غدّار

احمد اقبال

سارا قصہ صدر فرانس پر ہونے والے قاتلانہ حملے سے شروع ہوا تھا۔ پھر ایک بھولے بسرے دہشت پسند لیڈر "ٹائیگر" کا نام سرگوشیوں میں لیا جانے لگا۔ لیکن ٹائیگر کون تھا؟ کیا وہ صدر فرانس تھا؟ یا دوسرے دو اہم فرانسیسی وزیروں میں سے ایک؟ فرانس کے خلاف ہونے والی ایک بھیانک سازش جو کامیاب ہونے والی تھی۔

یہ سب کچھ آپ Colin Forbes کے ناول THE STONE LEOPARD میں پڑھیں گے۔
اس ناول کو ہم۔ غدار کے نام سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

صدر فرانس فلورین نے جب ایوانِ صدر کے دروازے سے قدم باہر نکالا تو ایک لمحے کے لئے اس کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جو ایوانِ صدر کے بالکل سامنے ملبوسات کی ایک دکان میں نمائش کے لئے رکھے جانے والے رنگ برنگے لباس دیکھ رہی تھی۔

وزارتِ داخلہ کا دفتر ایوانِ صدر سے چند قدم کے فاصلے پر تھا اس لئے صدر فلورین حسبِ عادت سیاہ رنگ کی اس چمکتی ہوئی کار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جس پر فرانس کا اور صدر فرانس کے ذاتی پرچم لہرا رہے تھے۔ صدر فلورین سے چند قدم پیچھے پیرس کا پولیس چیف مارک تھا جو صدر کے محافظِ خصوصی کے عہدے پر بھی فائز تھا۔

"مسٹر فلورین!" مارک نے ہمیشہ کی طرح ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "عام آدمی کے لئے پیدل چلنا یقیناً بڑی اچھی ورزش ہے لیکن فرانس کا صدر پیدل سفر شروع کر دے تو اس کی حفاظت کرنے والوں کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔"

صدر فلورین کے لبوں پر وہی دلکش مسکراہٹ نمودار ہوئی جو اخبارات میں اس کی ہر تصویر میں نظر آتی تھی "میرا خیال ہے میرے ساتھ پیدل چلنے سے تمہاری صحت بہت بہتر ہو گئی ہے۔"

"جناب صدر" مارک نے خشک لہجے میں کہا اور فلورین نے سمجھ لیا کہ مارک کا موڈ خراب ہے ورنہ وہ "جناب صدر" ہرگز نہ کہتا۔ "آپ نے بڑی غلط روایت کی بنیاد ڈالی ہے۔ آخر آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس طرح تقریباً ایک ہی وقت پر ایک ہی راستے سے گزرنا آپ کے لئے تو کچھ نہیں مگر دشمنوں کے لئے ـــ"

اسی لمحے وہ عورت جو دکان میں سجے رنگ برنگے لباس دیکھ رہی تھی پلٹ کر اپنے پرس میں کچھ تلاش کرنے لگی۔ کوئی ایسی چیز جو کسی بھی خاتون کے پرس میں ہو سکتی ہے۔ پاؤڈر لپ اسٹک یا ننھا منا سا کوئی آئینہ یا کوئی کاغذی رومال۔ لیکن جب مارک نے اسے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا پستول تھا اور وہ صدر فرانس کو نشانہ بنا رہی تھی، ایک لمحے کے لئے مارک کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ لیکن اس کا تربیت یافتہ ذہن پوری طرح مستعد تھا۔ ایک خودکار اور غیر ارادی عمل کے نتیجے میں اس کے ہاتھ نے اتنی تیزی سے ریوالور نکال کر فائر کیا کہ دوسری گولی عورت کے ریوالور سے اس وقت نکلی جب وہ خود لڑکھڑا کر فٹ پاتھ پر گر گئی اور چند لمحوں کے اندر اندر ختم ہو گئی۔

یہ سب کچھ چند لمحوں کے مختصر عرصے میں ہو گیا تھا اب مارک نے صدر کی طرف دیکھا اور اسے زندہ سلامت پا کر پوری قوت سے ایوانِ صدر کے اندر دھکیل دیا۔ "دروازے بند کر دو!" اس نے فلورین کے اندر گرنے کی پرواہ کئے بغیر چیخ کر گارڈز سے کہا۔ "سارے دروازے بند کر دو اور جو بھی قریب آئے اسے گولی مار دو۔"

محافظ بھی اس خودکار حفاظتی نظام کا ایک حصہ تھے جو ایک اشارے پر حرکت میں آ جاتا تھا۔ انہوں نے صدر کے احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے صدر فرانس کو اسکی کار میں دھکیل دیا۔ مسٹر فلورین کے حکم پر کبھی کبھی انہیں مارک کے حکم کو فوقیت دینی پڑتی تھی جسے حکم عدولی نہیں ضابطے کی پابندی کہا جاتا تھا۔ کار تیزی سے اندر روانہ ہو گئی۔

رات کے ساڑھے سات بجے تھے جب مارٹن وہاں آ کر کھڑا ہوا تھا اور اب ساڑھے آٹھ ہونے والے تھے۔ زندگی کے ساٹھ برس اسے اتنا کمزور اور ضعیف نہیں کر سکے تھے لیکن بے سبب قید کے طویل عذاب نے اسکی کمر توڑ دی تھی۔ ذہن کا عذاب جسم کے عذاب سے شدید تر تھا۔ اس کے سر کے بال کڑی دھوپ میں بیگار کرتے کرتے سفید ہو گئے تھے اور پھر بھی اس کی سمجھ میں یہ نہیں آیا تھا کہ اتنی طویل سزا اسے کس جرم کی پاداش میں ملی تھی اور رہائی اس وقت ملی تھی جب زندگی کی ڈور کٹنے والی تھی۔

صبح سے درجنوں افراد اس مقام کو دیکھ کر جا چکے تھے جہاں اس عورت نے صدر فرانس پر قاتلانہ حملے کی ناکام کوشش کی تھی۔ پریس کے نمائندے اور کیمرہ مین۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے فوٹو گرافر اور رپورٹر ـــ عام لوگ اور وہ لوگ جو صدر کو قاتلانہ حملے سے بچ جانے پر اپنی اپنی حکومتوں کے پیغامات دینے آ رہے تھے۔ وہ سب لمحہ بھر کے لئے رکتے تھے یا کاریں روکتے تھے اور ایک نظر اس جگہ پر ڈالتے تھے جہاں لوسی ڈیوڈ کی لاش گری تھی اور کچھ خوف کچھ حیرت اور کچھ افسوس کے اظہار میں سر ہلاتے روانہ ہو جاتے تھے۔ سڑک کا وہ حصہ اتنا اہم نہیں تھا۔ اس میں دلچسپی کی نوعیت بھی غیر اہم تھی۔ اہم تو وہ عورت تھی یا اس کا مقصد تھا یا وہ لوگ تھے جنہوں نے اسے نو ملی میٹر کا ایک ریوالور دے کر اسے وہاں کھڑا کر دیا تھا۔ بجیم کا بنا ہوا وہ ریوالور جسے مارک سے پہلے خود صدر فلورین کی نگاہ نے اس عورت کے پرس سے برآمد ہوتے دیکھ لیا تھا اور بچ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ بر وقت آگے کو نہ جھک گیا ہوتا تو پہلی گولی دیوار کی بجائے یقیناً اس کے سر میں لگتی۔

آخر وہ عورت کون تھی؟ یہ سوال مارٹن کے ذہن میں بھی تھا اور گزشتہ ایک گھنٹے سے وہ فٹ پاتھ کے اس حصے کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کی نگاہوں نے کچھ دیر پہلے جو منظر دیکھا تھا وہ اس کے لئے بیک وقت ناقابلِ یقین اور ناقابلِ تردید تھا۔ اب وہ کسی

نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر نتیجہ ہر بار ایک اور سوال کی صورت میں نکلتا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا جس مشن پر وہ خود آیا تھا اسی مشن کو پورا کرنے کے لئے ہی لوسی ڈیوڈ نے اپنی جان دی تھی؟ کیا واقعی یہ وہی تھا؟ لوسی ڈیوڈ کے بارے میں مارٹن کے ذہن میں گشت کرنے والا سوال ان تمام سوالات سے مختلف تھا جواب تک پوچھے جا چکے تھے۔ مثلاً یہ کہ کیا کوئی بین الاقوامی سازش تھی؟ کیا یہ فلورین کی ان تقریروں کا ردعمل تھا جو اس نے امریکی خارجہ پالیسی کے خلاف کی تھیں؟ کیا یہ سی آئی اے کا منصوبہ تھا؟ جس کا مقصد فلورین کے ۲۳ دسمبر سے شروع ہونے والے روس کے دورے کو ناکام بنانا تھا۔ ؟ کچھ صحافیوں نے دوسری قسم کے سوال کئے تھے یعنی یہ کہ فلورین پر یہ قاتلانہ حملہ اس عورت کے جذبۂ رقابت کا نتیجہ تو نہیں تھا جو پہلے اس کی بیوی تھی؟ کیا صاحب صدر کے اس عورت سے کبھی مراسم رہے تھے۔ مراسم بہ معنی ناجائز تعلقات۔ یہ سیاست۔ اسکینڈل۔ صحافت۔ تجارت کے فارمولے پر پورے اترنے والے سوال تھے۔

مارٹن کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ اگر اس کی نگاہوں کو دھوکا نہیں ہوا تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر پولیس چیف مارک کو اندر جاتے دیکھ کر فیصلہ اچانک اس کے ذہن میں آگیا۔ اسے یقین تھا کہ مارک اس کی بات سمجھ لے گا۔ ابھی کچھ دیر بعد جب مارک واپس لوٹے گا تو ایوانِ صدر سے برآمد ہوتے ہی وہ اسے روک کر سب کچھ بتا دے گا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔ مارٹن نے ایلزی پیلس کے آہنی دروازوں کے پیچھے سے پولیس چیف کی جیپ کو آتے دیکھا تو سڑک عبور کرنے کے لئے فٹ پاتھ سے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اسی وقت دائیں ہاتھ سے آنے والی ایک تیز رفتار کار اچانک اس کی طرف بڑھی اور اسے پیچھے ہٹنے یا احتجاج کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔ جب پولیس چیف کی جیپ ایوانِ صدر سے باہر آئی تو مارٹن کو کچل کر نکل جانے والی کار غائب ہو چکی تھی۔ مارک نے جیپ کے رکنے سے پہلے چھلانگ لگائی اور وہاں پہنچا جہاں ایوانِ صدر کے دو محافظ ایک زخمی شخص کو اٹھا کر فٹ پاتھ پر لٹا رہے تھے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں صبح صدر پر ناکام قاتلانہ حملہ کرنے والی عورت ماری گئی تھی۔ مارک گھٹنوں کے بل اس شخص کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ ابھی مرا نہیں تھا لیکن اس کے زندہ رہنے کے امکانات صفر ہو چکے تھے۔

"کون ہو تم؟" مارک نے پوچھا۔ "کس نے مارا ہے تمہیں۔؟"

"ایک تیز رفتار سیاہ رنگ کی کار تھی جس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔" ایک محافظ نے کہا۔ "یہ شخص ایک گھنٹے سے یہاں کھڑا تھا ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔" دوسرے محافظ نے کہا۔ "یہ فٹ پاتھ سے اترا ہی تھا کہ ایک کار اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔"

مارک نے محسوس کیا کہ وہ قریب المرگ آدمی اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر خون کے بلبلے سے بن رہے تھے۔ مارک نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔

"میں..... میرا..... میرا نام مارٹن ہے....." خون اگلتے ہوئے اس شخص نے کہا۔ "..... ہوٹل..... رائل..... میں نے ابھی ..... ابھی ..... ابھی ٹائیگر کو..... ٹائیگر کو دیکھا تھا..... اندر جاتے ہوئے..." وہ کرب سے بل کھاتے ہوئے بولا۔ الفاظ اس کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے اور اس کی آواز بھی بہت مدھم تھی۔ مارک نے اس کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھی۔ "ٹائیگر۔؟ ایوان صدر میں؟ کون ٹائیگر؟" مارک نے کہا۔

"توزے..... دوسری جنگِ عظیم..... کا کمیونسٹ..... لیڈر وہ ٹائیگر..... کہلاتا تھا۔" اس شخص نے کہا۔

مارک بھونچکا رہ گیا۔ یہ شخص ایک بوڑھا آدمی تھا جس کی عقل اور بینائی پر دن کے اجالے میں بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا اور اب وہ یقیناً ہوش میں نہیں تھا ورنہ ایسی بے سر و پا بات نہ کرتا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ ٹائیگر تھا؟"

فٹ پاتھ پر پڑے ہوئے شخص نے بہ مشکل تمام گردن ہلائی۔ "میں اسے..... پہچانتا ہوں..... اچھی طرح۔"

"لیکن ٹائیگر ایوانِ صدر کے دروازے سے گزر کر اندر کیسے جا سکتا ہے۔" مارک نے کہا۔ اس شخص کی بات بے سر و پا ضرور تھی لیکن تجربے نے مارک کو آدمی کا چہرہ ہی نہیں لہجہ بھی پہچاننا سکھایا تھا۔ وہ آواز سن کر کہہ سکتا تھا کہ بولنے والا جھوٹ بول رہا ہے یا سچ۔ اس کے علاوہ وہ جانتا تھا کہ زندگی کے آخری لمحوں میں صرف سچ رہ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا کا ہر قانون عالمِ نزع کے بیان کو درست تسلیم کرتا ہے۔ اس آدمی کو جسے اب اپنی موت کا یقین آ چکا تھا جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اسے یقین تھا کہ اس کی آنکھوں نے غلط نہیں دیکھا تو اس یقین کی بنیاد غلط ہو سکتی تھی کیونکہ جس ٹائیگر کا وہ ذکر کر رہا تھا اسے مرے ہوئے زمانہ ہو گیا تھا لیکن اس کی بات غلط نہیں تھی۔ شاید اسے ٹائیگر کی موت کا علم ہی نہیں تھا۔

"وہ..... جب وہ..... اندر گیا۔" مارٹن نے بات مکمل کرنے کے لئے جینے کی جد و جہد کرتے ہوئے کہا۔ "تو..... تو..... اسے پہرے داروں نے..... اسے سلیوٹ کیا۔" وہ چپ ہو گیا پھر اس نے ایک ہچکی لی اور مر گیا۔ اس کا خون فٹ پاتھ پر بہہ رہا تھا اور کناروں پر لکیریں بناتا سڑک کے آخری گوشے میں جمع ہو رہا تھا اور جمتا جا رہا تھا۔

اس رات مغربی جرمنی کے ایک چھوٹے سے قصبے میں لگے ہوئے ایک بہت طاقتور ٹرانسمیٹر سے "یورپ نمبر دن" کی نشریات کا آغاز کرنل

رینے کی ایک اور تقریر سے ہوا۔ گزشتہ چھ ماہ کے دوران وہ پانچ مرتبہ صدر فلورین کے خلاف زہر اگل چکا تھا۔ اس کی تقریر میں تنقید کا نشانہ فلورین کی صرف آزاد خارجہ پالیسی ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی ذات بھی ہوتی تھی۔ روس نے ایشیا کے بیشتر ممالک اور مشرق وسطیٰ کے علاوہ بحیرہ روم کے علاقے میں بھی متعدد یورپی ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس کا ایک سبب امریکی خارجہ پالیسی کی ناکامی تھی جس کے باعث اس کو متعدد محاذوں پر اخلاقی اور سیاسی شکست کے علاوہ فوجی شکست سے بھی دوچار ہونا پڑا تھا اور حلیف ممالک کو امریکی حمایت پر اعتماد نہ رہا تھا اب فرانس نے جو روش اختیار کر لی تھی اس سے فرانس کے بھی روسی حلقہ اثر میں چلے جانے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے اس کا ذمہ دار فلورین تھا جس نے بین الاقوامی سطح پر رائے عامہ کو امریکہ کے خلاف کرنے میں بڑا موثر کردار ادا کیا تھا۔ فلورین میں وہ تمام صفات تھیں جنہوں نے اسے فرانسیسی عوام کی نگاہوں میں 'ہیرو' کا درجہ دے دیا تھا۔ وہ وجیہہ و شکیل تھا۔ بہترین مقرر تھا۔ خوش لباس تھا اور اس کی مسکراہٹ کو 'جادو' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی جادو کو خواتین کا حلقہ 'سیکس اپیل' کا نام دیتا تھا تو دوسرا حلقہ 'مقناطیسی کشش' کہتا تھا۔ فلورین کی بے باک تقریروں نے فرانس کے عوام کو امریکی عوام کا دشمن بنا دیا تھا اور ردعمل کے طور پر امریکہ میں بھی سیاسی فضا فلورین کے حق میں نہیں رہی تھی۔

فلورین کے مخالفین کا ترجمان آزاد ریڈیو اسٹیشن "یورپ نمبر دن" تھا جس کے ذریعے کرنل رینے فرانس کے اس نئے صدر کا سخت ترین الفاظ میں محاسبہ کرتا تھا۔ اپنی تقریروں میں وہ فلورین پر اشتعال انگیز الزامات عائد کرتا تھا۔ توہین آمیز جملے استعمال کرتا تھا اور جھوٹ سچ کے اور جائز و ناجائز کے اخلاقی اصولوں کی پابندی اس لئے نہیں کرتا تھا کہ وہ فلورین کے خلاف اپنی محاذ آرائی کو جنگ قرار دیتا تھا۔ یہ سوفی صد نظریاتی جنگ نہیں تھی کیونکہ اس میں ذاتی عناد بھی شامل تھا۔ ۱۹۶۲ء میں کرنل رینے الجزائر کے حریت پسندوں سے لڑ رہا تھا کہ ایک بم کے دھماکے سے اس کا بوریا بایاں بازو اڑ گیا اسی روز پیرس میں ایک بم اس کے گھر پر بھی پھینکا گیا جس میں اس کے خاندان کے تمام افراد مارے گئے اس کے بعد کرنل رینے فرانس آ گیا' اس نے اپنی زندگی فرانس کیلئے وقف کر دینے کی قسم کھائی تھی مگر بدقسمتی سے اس کے اور فلورین کے درمیان ایک اختلاف نے شدید صورت اختیار کر لی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کرنل رینے کو فرانس سے فرار ہونا پڑا۔ ایک روز صبح چار بجے وہ اپنی پرائیوٹ کار میں سرحدی چوکی والی سڑک پر بنی ہوئی رکاوٹ کو توڑتا ہوا نکل گیا اور مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ حاصل کر لی۔ فرانس کی حکومت نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا جسے مغربی جرمنی کی حکومت نے مسترد کر دیا اور کرنل رینے 'سارلینڈ' میں چھپا رہا۔ پھر اس نے کچھ ذاتی وسائل سے اور کچھ "امداد" حاصل کر کے ایک ٹرانسمیٹر نصب کیا جسے اس نے 'یورپ نمبر دن' کے ریڈیو اسٹیشن کا نام دیا۔ ابتدا میں کسی نے اس ریڈیو اسٹیشن کا نوٹس نہیں لیا۔ مگر اب یورپ نمبر دن کی آواز پوری دنیا میں سنی جاتی تھی خصوصاً ان ممالک میں جہاں فلورین کے مخالفین تعداد میں زیادہ تھے' ان میں فرانس بھی شامل تھا جہاں فلورین کے مخالفین تعداد میں تو نمایاں نہ تھے مگر فلورین کے حامی بھی کرنل رینے کی بات کو سن لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ اب کرنل رینے کے سامعین قاتلانہ حملے کی ناکامی پر اس کا تبصرہ سننے کے منتظر تھے۔

"آخر یہ شخص ۲۳ دسمبر کو روس کیوں جا رہا ہے؟" کرنل رینے نے اپنی آتش فشانی کے دوران کہا۔ وہ فلورین کو کبھی صدر کہہ کر مخاطب نہیں کرتا تھا۔ "اس دورے کے مقاصد کو اس قدر پوشیدہ کیوں رکھا جا رہا ہے؟ یہ عورت کون تھی جس نے آج اسے قتل کرنے کی کوشش کی اور اس پر یہ قاتلانہ حملہ کرانے والے کون تھے؟ ان سوالات کا جواب صرف ایک شخص دے سکتا ہے اور وہ فلورین کی کابینہ کا ایک سینئر وزیر ہے۔ جس نے بھیڑ کی کھال پہن رکھی ہے مگر درحقیقت وہ بھیڑیا ہے۔ میں فلورین سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ پیرس میں اس وزیر کی ذات پر کس قسم کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں؟ وہ ان الزامات کی پردہ پوشی کیوں کر رہا ہے؟ آخر یہ بات لوگوں سے کب تک چھپائی جائے گی؟ فرانس کے سادہ دل عوام کو کب تک دھوکے میں رکھا جائے گا؟ جمہوریت کے نام پر فلورین کو منتخب کرنے کی سزا انہیں کب تک ملے گی.....؟"

ڈیوڈ نیش کرنل رینے سے مل کر لوٹ رہا تھا۔ یہ ملاقات کلیرو کے چھوٹے سے قصبے میں ہوئی تھی جو کسمبرگ کے پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اور یہ ملاقات خود کرنل رینے کی درخواست پر ہوئی تھی۔ فلورین پر ناکام قاتلانہ حملے کی خبر نشر ہوتے ہی واشنگٹن میں کرنل رینے کا فون موصول ہوا تھا اور صورت حال کے پیش نظر ڈیوڈ نیش کو فوراً روانہ کر دیا گیا تھا۔

اس ملاقات کے دوران کرنل رینے کے انکشافات نے ڈیوڈ نیش کو حیران کر دیا تھا۔ یہ ملاقات انتہائی رازداری سے چار گھنٹے جاری رہی تھی۔ ڈیوڈ نیش کو کرنل کی باتیں عجیب ضرور لگیں مگر یہ باتیں بے معنی نہیں تھیں۔ مثلاً کرنل نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ یہ دوسرا شخص جس نے اپنا نام بھی ٹائیگر رکھ لیا ہے غالباً پرانے ٹائیگر کے ساتھیوں میں سے کوئی ہے جو اس کے نام سے اور کام سے متاثر ہے اور اس کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ کرنل رینے کی بات میں وزن تھا ٹائیگر کو مرے ہوئے تیس برس ہو چکے تھے اور موت کے وقت اس کی عمر میں

بائیس سال بھی چنانچہ ٹائیگر کے کسی پرانے ساتھی کا زندہ ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس کا کوئی بھی پرانا ساتھی اگر کسی اور نام سے فرانس میں موجود تھا اور ترقی کرتے کرتے کابینہ کا اہم ترین وزیر بن گیا تھا تو یہ ناممکن بات نہ تھی اور اس حساب سے اس کی عمر بھی پچاس پچپن کے قریب ہونی لازمی تھی۔ مگر چند ارکان کو چھوڑ کر سبھی وزیر عمر کے اس دور میں تھے اور کسی ایک پر انگلی رکھ کر یہ ثابت کرنا کہ تیس برس پہلے وہ ٹائیگر کے ساتھ تھا عملاً بہت مشکل تھا۔ اس کے لئے تمام مشتبہ افراد کا گزشتہ تیس برس کا ریکارڈ دیکھنا ضروری تھا کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس کے ساتھ رہے اور اس کی تصدیق کرنی پڑتی تھی کہ جو کچھ وہ اپنے بارے میں بتاتے ہیں کس حد تک درست ہے۔

کرنل رینے کے پاس تین افراد کے نام اور پتے موجود تھے جو اصل ٹائیگر یعنی لوزے کے ساتھی تھے اور ہنوز زندہ تھے مگر اس نے یہ نام نیش کو بتانے سے انکار کر دیا تھا وہ اس شخص سے تعاون کرنے کو تیار تھا جو فرانس میں گھس کر نئے ٹائیگر کو ٹھکانے لگا سکے اور پرانے ٹائیگر کے ساتھیوں کو بھی تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار سکے۔ چنانچہ اب کرنل رینے سے تعاون ضروری تھا۔ اگر واقعی ٹائیگر کے نام سے کوئی کمیونسٹ لیڈر فلورین کی کابینہ میں شامل ہو کر اس کا اعتماد حاصل کر چکا ہے تو رینے کی یہ پیش گوئی بھی صحیح ثابت ہو سکتی ہے کہ فلورین کے دورۂ روس کے دوران ہی فرانس میں کمیونسٹ حکومت قائم ہو جائے گی۔

ایک بار جنگ کے زمانے میں اس قسم کی ایک چھوٹی سی کوشش ہو چکی تھی ۱۹۴۴ء کے موسم خزاں میں جب اتحادی فوجیں فرانس کے جنوب میں اتریں تو میدی پر عملاً کمیونسٹ حاکم تھے اور انہوں نے فرانس کے اندر ایک سوشلسٹ ری پبلک کے قیام کا اعلان کرنے کی ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ دو بڑے بڑے قصبے ان کے کنٹرول میں تھے اور اگر ڈیگال کا بروقت اقدام حکومت کا خواب دیکھنے والوں کی راہ میں حائل نہ ہوتا تو یہ سوشلسٹ ریاست قائم ہو چکی ہوتی اور فوری طور پر اسے دنیا کی چند حکومتوں کی حمایت حاصل ہو جاتی تو اس کا خاتمہ دشوار ہو جاتا۔ اس ناکام منصوبے میں بھی اصل ٹائیگر کا ذہن کارفرما تھا جو اس کے کچھ عرصے بعد ہی مر گیا تھا۔

چنانچہ بچ جانے والوں میں سے کسی کا انتقام لینے کے لئے یا اپنی مستقل مزاجی کے باعث۔ فرانس میں کمیونسٹ حکومت کے قیام کا ایک اور منصوبہ بنا لینا عین ممکن تھا۔ شاید اس بار ناکامی کے امکانات کو خارج کرنے کے لئے اس شخص نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ تیس برس تک منصوبہ بندی کی تھی اور اب اس کی کامیابی کا وقت آ رہا تھا۔ دس دن بعد فلورین ماسکو جا رہا تھا اور کرنل رینے کی خواہش تھی کہ انہی دس دنوں میں معلوم کر لیا جائے کہ نیا ٹائیگر کون ہے۔ ٹائیگر کا نام دوبارہ رکھنے سے یہ بھی ثابت ہوتا تھا کہ اسے یہ نام انہی لوگوں نے دیا ہے۔ جو پرانے ٹائیگر سے اور اس کے مشن سے وابستہ تھے۔ یہ اب ایک کوڈ کے طور پر استعمال ہونے والا نام تھا تاکہ جاننے والے جان سکیں کہ مشن وہی ہے۔

ڈیوڈ نیش نے کرنل رینے سے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس کی ضروریات پر پورا اترنے والا کوئی نہ کوئی آدمی اس کے پاس ضرور بھیج دے گا۔ جو فرانسیسی نہ ہو مگر فرانسیسی لگتا ہو۔ صورت سے بھی لہجے سے بھی اور انداز و اطوار سے بھی۔ اسے امریکی بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ پکڑا جائے تو فلورین اپنی تقریروں میں امریکہ کے خلاف اور زیادہ زہر اگلنے لگے اور وہ ثبوت فراہم کر دے جو ناقابل تردید ہو۔ اس شخص کا ذہین اور بے خوف ہونا بھی بنیادی شرط تھا۔ یہ بھی ضروری تھا کہ وہ تنہا یہ خطرناک کام کر سکتا ہو اور اس کی سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت کسی سے کم نہ ہو۔ وہ کوئی پیشہ ور قسم کا جاسوس یا ایسا شخص نہ ہو جسے ہر ملک کی اور خاص طور پر فرانس کی خفیہ پولیس پہچانتی ہو اور نیش کے ذہن میں گھوم پھر کر صرف ایک نام آتا تھا۔

نیش کا تعلق اس محکمے سے تھا جس کا کاغذی وجود کہیں نہ تھا وہ ان گنے چنے افراد میں سے تھا جو صرف صدر کو جواب دہ ہوتے ہیں اور اسی سے ہدایات حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور یہ سب پس منظر میں رہنے والے لوگ کسی ایسے ادارے سے وابستہ نہ تھے جو عوام کی نگاہوں میں ہو چنانچہ پریس وغیرہ کے ارکان کو ان کا نام تک معلوم نہ تھا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی لیکن یہ ایسے کام ہوتے تھے جو قومی اور بین الاقوامی حیثیت سے انتہائی اہم اور رازداری کے حامل ہوتے تھے۔ یہ طے کر لینے کے باوجود کہ کرنل رینے کے مشن کی تکمیل اور نئے ٹائیگر کے عزائم کو ناکام بنانے کیلئے اس کے ذہن نے جس شخص کو منتخب کیا ہے۔ اسے یقین نہ تھا کہ وہ شخص خود بھی ڈیوڈ نیش کی بات مان لے گا۔

یہ شخص ایک برطانوی شہری ایلین لناکس تھا جو فرانسیسی تھا کیونکہ اس کے ماں باپ فرانسیسی تھے اور وہ پیرس میں پیدا ہوا تھا لیکن دس برس کے بعد وہ انگلینڈ چلا گیا تھا چنانچہ اب وہ فرنچ اور انگلش دونوں زبانیں صحیح لب و لہجے کے ساتھ روانی سے بولتا تھا اور اس کی عمر اب پینتیس برس تھی وہ لندن کی ایک ایسی کمپنی کا مالک اور ڈائریکٹر تھا جو حفاظتی اقدامات کیلئے ماہرانہ مشورے دیتی تھی۔ ایسے نظام وضع کرتی تھی جو حفاظتی تدابیر کو زیادہ موثر بنا سکیں کمپنی اپنے طور پر یہ انتظامات کرنے کے ٹھیکے بھی لیتی تھی جس میں جدید ترین آلات کی تنصیب بھی شامل تھی چنانچہ اس کے مشوروں سے کاروباری ادارے اور حکومتیں یکساں طور پر استفادہ کرتے تھے نیش کے علم میں یہ بات تھی کہ آجکل ایلین مشرق وسطیٰ میں ایک امریکی تیل کمپنی کی پائپ لائنوں اور تیل کے کنوؤں کو زیادہ سے زیادہ محفوظ بنانے میں مدد کر رہا ہے۔ اور اب اس نے دوسری کمپنی کا ٹھیکہ لینے کیلئے بولی لگائی

ہے یہ اس کے موجودہ کام سے دس گنا بڑا کام تھا اور خود امریکی حکومت بھی یہ ٹھیکہ ایلین کی فرم کو ہی دینا چاہتی تھی جو اس قسم کے کاموں میں سب سے زیادہ شہرت رکھتی تھی۔ اس شہرت کا سبب ایلین کی ذاتی ذہانت تھی۔ عرب چھاپہ ماروں کی دھمکیوں اور کارروائیوں کے بعد حفاظتی انتظامات کی اہمیت بہت زیادہ ہو گئی تھی امریکی حکومت سرمائے کا تحفظ بھی چاہتی تھی اور تیل کی مسلسل فراہمی بھی چنانچہ حفاظتی منصوبہ بندی ایلین کو کرنی تھی مگر اس کی رسمی منظوری باقی تھی اور نیش کا خیال تھا کہ ایلین کو رضامند کرنے کیلئے اس کے ہاتھوں میں یہی ایک ترپ کا پتہ ہے۔

مارک نے تیس برس پرانی فائل کو بڑی احتیاط سے کھولا اس کے اوپر سرخ رنگ میں ایک عبارت چھپی ہوئی تھی کہ یہ فائل کبھی تباہ نہیں کی جائے گی۔ اس فائل میں دستاویزی شہادت موجود تھی کہ کمیونسٹ لیڈر لوزے عرف ٹائیگر کو ۱۴ ستمبر کو مارا گیا تھا۔ اپنی مختصر زندگی میں اس نے کمیونسٹ تحریک کی بڑی موثر قیادت کی تھی اور بہت جلد کامیابی حاصل کی تھی اس کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب جاسوسی کا وہ جال تھا جو اس نے ہر طرف پھیلا رکھا تھا۔ اس کے ایجنٹ فرانس کی پولیس میں تھے، فرانس کے دوستوں اور دشمنوں کی پولیس میں تھے، انٹرپول میں تھے اور ہر ٹیلی فون ایکس چینج میں تھے جو ہر طرح کی اطلاعات براہ راست اسے فراہم کرتے تھے اور وہ بر وقت کارروائی کر کے گولہ بارود سے بھری ہوئی گاڑیاں اڑا دیتا تھا اور سیاسی لیڈروں کے پروگرام سے آگاہ ہو جانے کے بعد ان کے قتل یا اغوا میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اور حکومتوں کے تختے الٹ دیتا تھا۔ اس کی تنظیم میں ہر قسم کے انتہا پسند، جرائم پیشہ اور جنونی شامل تھے جو اس کے حکم پر جان دینا فخر کی بات سمجھتے تھے۔ قانون کے احترام سے ناواقف یہ لوگ ٹائیگر کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو قانون کا درجہ دیتے تھے۔ انتہائی منظم تھے اور ان کی طاقت کے سامنے حکومتیں بے بس تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنی بڑی تنظیم کے اس سربراہ کو بہت کم لوگوں نے دیکھا تھا یہاں تک کہ شعبۂ سراغرسانی کی اس فائل میں بھی اس کی کوئی تصویر نہ تھی۔ اس کے جو ساتھی پکڑے جاتے تھے اس کا حلیہ نہیں بتا سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ کسی نے اگر بتایا تھا تو صرف اتنا کہ وہ چھ فٹ سے زیادہ قد کا آدمی تھا۔ اس کی آواز بھی اس کے بہت کم ساتھیوں نے سنی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود کسی کے سامنے نہیں آتا تھا۔ سوائے تین افراد کے۔ جو اس کے احکامات تک پہنچاتے تھے! اس کے سب سے قریبی ماتحت کا نام لوئیس تھا۔

مارک نے فائل کو میز پر رکھ دیا۔ کیا یہ شخص لوئیس زندہ ہو گا؟ اس نے سوچا۔ وہ یقیناً ٹائیگر کا حلیہ اور اس کے بارے میں وہ سب کچھ بتا سکتا ہے جو کسی کو معلوم نہیں مگر لوئیس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں گیا۔ کیونکہ ٹائیگر کی تدفین کے وقت بھی لوئیس وہاں موجود نہ تھا۔ وہ ٹائیگر کا ہم عمر تھا۔ چنانچہ اب وہ کہیں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہو گا تو اس کی عمر پچاس سے اوپر ہو گی۔ اس نے پھر فائل اٹھائی۔ ٹائیگر کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ اس کے ایجنٹ نازیوں کی صف میں بھی موجود تھے اور گسٹاپو تک رسائی حاصل کر چکے تھے چنانچہ ہٹلر کی ہدایت پر ٹائیگر کے بارے میں تفصیلی معلومات پر مشتمل ایک فائل تیار کی گئی تھی اور یہ شخص جس نے ٹائیگر کے بارے میں اس فائل کو مرتب کیا تھا یہ "ڈائزو بل" نام کا ایک جرمن آفیسر تھا۔

مارک کو ڈائز کے انجام کی بھی کوئی خبر نہ تھی کہ وہ جنگ سے پہلے ہی مارا گیا تھا یا نیورمبرگ کی عدالت سے سزا پانے والوں میں تھا یا سینکڑوں نازیوں کی طرح گوشۂ گمنامی میں زندگی کے دن کاٹ رہا تھا۔ ڈائز نے یقیناً اپنا نام اور حلیہ بدل لیا ہو گا۔ ماضی سے اپنے ہر تعلق کو بالکل ختم کر لیا ہو گا اور ایک ایسا ماضی ایجاد کر لیا ہو گا جو بے عزر ہو اور اس کے نازی نہ ہونے کی گواہی بن جائے۔ ایسے سینکڑوں افراد پکڑے بھی جا چکے تھے اور تیس برس بعد جو بچے تھے وہ بدستور اس خوف و اندیشے میں مبتلا رہتے تھے کہ کسی نہ کسی دن اسرائیلی ایجنٹ انہیں پہچان کر اٹھا لے جائیں گے اور ان کے اصل ماضی کو بے نقاب کر کے انہیں سزائے موت دے دیں گے۔ ڈائز بھی اگر زندہ ہوا تو ساٹھ برس کا ضرور ہو گا۔

مارک نے پھر فائل اٹھائی۔ ٹائیگر کو کمیونسٹوں نے موت کے فوراً بعد ایک جنگل میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ اس طرح قبر کا نشان بھی مٹ جائے گا تو وہ اس کی لاش نکال کر کہیں اور لے گئے۔ ٹائیگر کے بارے میں ایک بات یہ بھی لکھی تھی کہ اس کے ساتھ ہمیشہ جرمن شیپرڈ نسل کا ایک قوی الجثہ کتا رہتا تھا جس کا نام "سیزر" تھا۔ سیزر کی زنجیر ٹائیگر کے ہاتھ میں رہتی تھی اور وہ اس سے چند قدم آگے غراتا ہوا چلتا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ ٹائیگر زنجیر ہاتھ سے چھوڑے تو اشارہ پاتے ہی وہ سامنے سے آنے والے کے ٹکڑے کر دے۔ مشہور یہ بھی تھا کہ ماتحتوں کو ٹائیگر کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہیں تھی اور حکم تھا کہ جیسے ہی ان کے کانوں میں کتے کی غرانے کی آواز آئے وہ منہ پھیر کر کھڑے ہو جائیں۔ اس کے ماتحت اس کے نام سے بھی کانپتے تھے چنانچہ ان میں حکم عدولی کی جرأت ہی نہ تھی۔

مارک نے فائل بند کر دی اور سیزر کے بارے میں سوچنے لگا۔ کیا ہٹلر کی طرح خود اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے کتے کو ہلاک کر دیا ہو گا؟ ہٹلر سے اس کا ذہن ایوا براؤن کی طرف چلا گیا۔ ہٹلر کی محبوبہ۔ داشتہ۔ رفیق حیات اور پرستار جس نے ہٹلر کے بعد ایک پل جینا قبول نہیں کیا

تھا اور اس کے حکم سے یا اپنی مرضی سے ٹار کے ساتھ ہی خودکشی کرلی تھی کیا ٹائیگر کے ساتھ خودکشی کرنے والی کوئی عورت نہ تھی۔ کوئی ایسی عورت نہ تھی جس نے اسے زندگی میں چاہا ہو اور اس کے لئے جان دے سکتی ہو یا کوئی ایسی عورت جسے خود ٹائیگر نے چاہا ہو اور جواب بھی زندہ ہو؟ کتابی کی ہر داستان میں کسی نہ کسی عورت کا ذکر ضرور آتا ہے۔ اچانک اسے اپنی بیوی یاد آئی جو سال بھر پہلے کار کے حادثہ میں ہلاک ہوگئی تھی۔

وہ اٹھنے والا ہی تھا کہ اسے ٹائیگر کے ساتھی لوئیس کا خیال آگیا اور اس نے اپنے ماتحت آندرے سے ٹیلی فون پر بات کی پھر وہ انتظار کرنے لگا۔ نجانے کیوں بیوی کی یاد نے اسے اداس کر دیا تھا۔ عورتوں کی اسے کمی نہ رہی تھی مگر وہ جو بات کبھی کسی ایک عورت میں ملتی ہے کسی دوسری عورت میں نہیں ملتی۔ اس نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ ایک سارجنٹ نے کمرے میں داخل ہو کر اس کی میز پر ٹائیگر کی فائل جیسی دوسری فائل رکھی تو وہ چونکا۔ یہ لوئیس کی فائل تھی مگر اس کا پہلا صفحہ پلٹتے ہی اس کی آنکھیں ایک تصویر پر جم گئیں۔ یہ ٹائیگر کے نائب لوئیس کی تصویر تھی اور مارک انگشت بدنداں حیرت زدہ بیٹھا تھا کہ اسے کیا کہئے۔ لوئیس وہی شخص تھا جو ایلزی پیلس کے عین سامنے فٹ پاتھ پر مر گیا تھا جس نے اپنا نام مارٹن بتایا تھا اور کہا تھا کہ اس نے ٹائیگر کو اندر جاتے اور محافظوں کو اسے سیلوٹ کرتے دیکھا تھا۔ مارک اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ ناممکن تھا کہ اس شخص نے جو تمام عمر ٹائیگر کا نائب رہا اور جس نے سب سے زیادہ اور سب سے قریب رہ کر ٹائیگر کو دیکھا اس نے ٹائیگر کو پہچاننے میں غلطی کی ہو۔

"سیٹرون ڈی ایس۔ ۲۱" نوے کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے بڑھتی آرہی تھی۔ دوپہر کے باوجود دھند باقی تھی اور بادل اتنے نیچے اتر آئے تھے کہ ونڈ اسکرین پر غبار سا پھیل جاتا تھا جسے مسلسل حرکت کرنے والے وائپر صاف کرتے جا رہے تھے۔ گاڑی اس کے باوجود کارل وینک کے مضبوط ہاتھوں میں کھلونے کی طرح چل رہی تھی اس نے اچانک سامنے آجانے والی اس آشنا صورت کو دیکھ لیا تھا مگر اس نے رفتار میں کمی نہیں آنے دی۔ چند سیکنڈ میں گاڑی اس سے ٹکرائی اور اسے کچلتی ہوئی گزر گئی۔

"اسٹاپ" اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے روسی نے چلا کر کہا۔ مگر کارل پہلے ہی بریک لگا چکا تھا اور اپنے پاؤں کی پوری قوت سے بریک دبانے کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ گاڑی صرف پینتیس فٹ دور جا کے ٹھہر گئی تھی۔ کارل نے اپنے سامنے لگے ہوئے شیشے پر ایک نگاہ ڈالی اور گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال دیا۔ گاڑی کا طاقتور انجن غرایا اور گاڑی چیتے کی طرح جست لگا کر پیچھے لپکی۔ کارل کے ساتھ بیٹھے ہوئے روسی کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا اور کارل قہقہہ مار کر ہنسا۔ گاڑی دوسری مرتبہ نیچے پڑے ہوئے جسم کو کچلتے ہوئے گزری اور چند فٹ پر رک گئی۔

"اس بار سنبھل کے" کارل نے کہا اور گاڑی زبردست قوت کے ساتھ پھر آگے بڑھی اور تیسری مرتبہ بھی اسی بے جان جسم پر سے گزری لیکن اس بار واپس نہیں ہوئی۔ دم بدم اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا گیا اور چودہ سیکنڈ بعد کار پھر نوے کلومیٹر پر آگئی "ایک بار پھر۔؟" کارل نے کہا "اگر مسٹر بروزوف میں ہمت ہو تو۔"

بروزوف نے اسے زیر لب ایک گالی دی اور وہ بات کہی جو ہر روسی چیکوسلواکیہ کے بارے میں کہتا ہے۔ کارل نے اچانک گاڑی روک دی۔ "پھر ایسی بات مت کہنا۔" وہ روسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"اچھا اچھا۔" روسی نے خود کو سنبھالتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ "تم ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہیں تربیت کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے تربیت کی اور تمہیں بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" کارل نے کہا۔

"یہ تربیت ہے کارل۔" بروزوف نے غرا کر کہا "اصل اور نقل میں بہت فرق ہوتا ہے۔ پتہ اس وقت چلے گا جب تم کسی ڈمی پر سے نہیں جیتے جاگتے کرنل رینے پر سے کار گزارو گے۔"

"میں یہ سنتے سنتے تنگ آگیا ہوں۔" کارل نے پھر گاڑی کو آگے بڑھایا۔ "آخر یہ انتظار کب تک چلے گا۔؟" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"جب تک ٹائیگر کا سگنل موصول نہیں ہوجاتا۔" روسی نے اطمینان سے کہا۔

"کیا آج رات بھی مشق ہوگی؟" کارل نے پھر کچھ دیر بعد پوچھا۔ روسی نے حسب عادت انکار میں سر ہلایا تو کارل کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ تربیت سے پیچھا چھڑانے کا طریقہ یہی تھا کہ اس روسی کو تربیت سے بیزار کر دیا جائے جس کی قوت برداشت کارل کے مقابلے میں بہت کم تھی۔

ایلن کا فلیٹ سینٹ جیمز اسٹریٹ میں تھا جہاں وہ آزادی کی شاندار زندگی کو شاندار طریقے پر بسر کر رہا تھا۔ اسے زندگی کی ہر نعمت میسر تھی اور وہ ہر نعمت سے لطف اندوز ہونا جانتا تھا چنانچہ وہ اچھے سے اچھا پہنتا تھا اس کا فلیٹ نہایت سلیقے کے ساتھ آراستہ تھا اور اس کی رئیسانہ زندگی کا آئینہ دار تھا۔ اس کے پاس "ڈی۔ایس۔۲۳" کار تھی اور اس کے بار میں دنیا بھر کی اعلیٰ ترین شراب کا اسٹاک رہتا تھا۔ دولت اب اس کے لئے نہ کوئی مسئلہ رہی تھی اور نہ مشغلہ یہ بے مصرف چیز بیزار کن یکسانیت کے ساتھ جمع ہوتی جا رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس دولت کا کیا کرے۔ زندگی کی مصروفیت سے جو وقت بچتا تھا وہ اس مصروفیت سے حاصل ہونے والی دولت کو خرچ کرنے

کے لئے قطعی ناکافی تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ زندگی کا لطف جدوجہد میں تھا اور خطرات سے گزر کر سلامت نکل آنے کی سنسنی اس مسرت سے کہیں زیادہ تھی جو دولت فراہم نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی کا احساس ہر وقت موت کے روبرو رہنے سے ہی وابستہ تھا اور یہ جمود جو اب زندگی پر مسلط تھا موت سے بدتر تھا۔ وہ معمولات کی بیزار کن یکسانیت کو اور تسلسل کو مجبوراً برداشت کر رہا تھا ورنہ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ الجزائر کی خانہ جنگی کے دور کی طرح پھر دہشت پسندوں کی صف میں گھس جائے۔ جیسے مرل کران کے خفیہ ٹھکانوں میں پہنچ جائے یا لبنان کی خانہ جنگی کے زمانے میں لوٹ جائے۔ جب ایف بی آئی اور سی آئی اے جیسے ادارے اسے تخریب کاروں کے ٹھکانے تلاش کرنے پر بھیجتے تھے اور تیل کے پائپ اور کنویں تباہ کرنے والے کسی گروہ کا سراغ لگانے کے لئے روانہ کرتے تھے اور وہ تن تنہا موت کے منہ میں جانے کے لئے تیار ہو جاتا تھا اور ہر بار کامیاب ہو کر زندہ واپس آ جاتا تھا۔ لیکن اب ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے فرانس کی سو سالہ پرانی شراب کی بوتل سے آخری جام بھرا اور بوتل ہمیشہ کی طرح کھڑکی کے راستے گلی میں اچھال دی۔ پھر وہ ہوا جو کبھی نہ کبھی ہو جاتا تھا یعنی بوتل کسی کے سر پر یا گاڑی پر گری اور کسی نے نیچے سے گلا پھاڑ کر اسے آواز دی۔ افسوس۔ اس نے سوچا یہ تو کوئی آشنا ہے۔ ہنگامے کا کوئی امکان نہیں۔

لیکن جب اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو چہرہ اسے ناآشنا لگا۔ وہ کار بھی امریکن تھی جس میں سے وہ شخص اترا تھا اور اب منہ اوپر اٹھائے کھڑا تھا۔ "میں تم سے ملنے آیا ہوں۔" امریکن نے کہا۔

"لک ہیئر۔" ایلن نے کہا۔ "آئی ایم سوری۔ بوتل میرے جن نے پھینک دی تھی۔"

"میں بوتل کے بارے میں نہیں ایک جن کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں جو ابھی بوتل میں بند ہے۔" امریکن نے کہا۔ "کیا میں اوپر آ سکتا ہوں؟"

"کچھ زیادہ پی گیا ہے یہ بھی۔" ایلن نے سوچا اور دروازہ اوپر کھول دیا۔

"میرا نام ڈیوڈ نیش ہے اور میں واشنگٹن سے آیا ہوں۔" نووارد نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تمہیں واشنگٹن میں میرا نام کس نے بتایا؟" ایلن نے کہا۔

"میں اگر تمہارا نام بتانے اور جاننے والوں کے نام بتانے لگا تو صبح ہو جائے گی۔ میرے پاس کام اہم ہے اور وقت کم۔" نیش نے کہا لیکن ایلن نے اتنا تعارف کافی نہ سمجھا۔

"اگر کام کی نوعیت کاروباری ہے تو بہتر ہے کہ کل میرے دفتر میں آ کر بات کرو۔" ایلن نے کہا۔

"کام کی نوعیت سیاسی ہے۔" نیش نے کہا اور اپنی بات کا ردعمل دیکھنے لگا۔ ایلن کا وہ ہاتھ جو جام شراب اٹھائے ہوئے تھا لبوں تک جاتے جاتے رک گیا اور وہ نیش کو غور سے دیکھنے لگا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی لیکن تفصیلات کا معلوم ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس نے نیش کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ نیش چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنے آنے کا مقصد بتانا شروع کیا۔

"ہمیں ایک قربانی کا بکرا چاہئے۔" ایلن نے بات ختم ہو جانے کے بعد کہا۔ "جو امریکن نہ ہو۔ فرنچ لگتا ہو اور جو اس قسم کے کام کر سکتا ہو۔" اس کا جملہ سن کر نیش نے اقرار میں سر ہلایا۔

"کرنل ریپنے نے تمہیں وہ تین نام کیوں نہیں بتائے۔ کیا اسے تم پر اعتماد نہیں تھا اور مجھ پر ہے۔" ایلن نے کہا۔

"وہ صرف اس شخص کو یہ نام بتائے گا جو خود ہی یہ کارنامہ سرانجام دینے کا اہل ہو کیونکہ اس کا خیال ہے کہ کسی تیسرے شخص تک بات پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ بات عام ہو گئی۔" نیش نے کہا۔

"مجھے کچھ سوچنے کا وقت دو۔" ایلن نے کہا۔ "میں تمہیں صبح سات بجے بتا سکتا ہوں مگر اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ میری خدمات کا معاوضہ کیا ہو گا۔"

"تمہیں تمام امریکی تیل کمپنیوں کے لئے حفاظتی انتظامات کرنے کا مستقل طور پر ٹھیکہ مل جائے گا۔" نیش نے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ایلن اسے دروازے تک رخصت کرنے گیا۔

"مسٹر نیش فرانس اور امریکہ کے موجودہ سیاسی تعلقات اتنے کشیدہ ہیں جتنے پہلے کبھی نہیں رہے تھے۔" ایلن نے اسے رخصت کرنے سے پہلے کہا۔ "پھر تمہیں فرانس کے اندرونی معاملات میں اتنی دلچسپی لینے کی کیا ضرورت ہے۔"

نیش نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ اندرونی معاملات نہیں ہیں مسٹر ایلن یورپی برادری میں فرانس کی جو اہمیت ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو اور فرانس کی روس سے اتنی دوستی ہمارے مفاد کے خلاف ہے۔" نیش نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

نیش کے جانے کے بعد ایلن نے بجلی بند کی اور سکون سے سو گیا۔

صبح سات بجے اس نے نیش کے ہوٹل فون کیا۔ "میں تمہاری طرف آ جاؤں یا تم مجھے لینے آ رہے ہو؟" ایلن نے اس سے پوچھا۔

دو گھنٹے بعد وہ لندن ایئرپورٹ پر تھے اور دونوں کے جہاز تیار تھے۔ انہوں نے مصافحہ کیا۔ "گڈ لک۔" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ پھر ان کے جہاز مخالف سمتوں میں پرواز کر گئے۔ واشنگٹن جانے والی پان امریکن کی فلائٹ پر نیش ایک گھنٹے بعد بھی ایلن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مغربی جرمنی جانے والی بی۔ او۔ اے۔ سی کی پرواز پر ایلن کے

ذہن میں کرنل رہنے کا خبط تھا جس کی اس نے صرف آواز سنی تھی مگر اب تک صورت نہیں دیکھی تھی۔

"کبھی تو یہ سوچنا پڑتا ہے آندرے کہ جدوجہد آدمی کو کیا دیتی ہے۔ عزت اور دولت؟ شہرت اور طاقت یا مسرت؟ اور آخر میں وہی موت؟" مارک نے افسردگی سے کہا۔ "لیکن جس آدمی کو زندگی کچھ نہ دے اس کی جدوجہد کس لئے؟ اس سے تو کہیں بہتر ہو اگر وہ پیدا ہی نہ ہو۔"

"یس سر۔" آندرے نے فرماں برداری سے کہا۔ "لیکن میرا خیال ہے پیدا ہونا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔"

"اس احمق کو دیکھو۔" مارک نے اپنے ماتحت کے اختلاف رائے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "پیدا ہونے کے بعد بھی بہت کچھ اس کے اختیار میں تھا مثلاً یہ کیمونسٹ خیالات کو قبول نہ کرتا۔ ٹائیگر کے ساتھ مل کر قتل و غارت گری میں شریک نہ ہوتا۔ اس کا ماتحت نہ ہوتا۔ پھر اس کا یہ انجام کبھی نہ ہوتا۔"

"یس سر۔" آندرے نے اسی لہجے میں کہا۔ "مگر میرا خیال ہے آغاز کی طرح انجام کا انتخاب بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔"

"باس کے خیالات سے اتفاق نہ کرنا بغاوت کہلاتا ہے۔" مارک نے کہا۔ "مگر تم ٹھیک کہتے ہو۔ جنگ کے دوران یہ مارٹن اور لوئیس نام کا شخص ٹائیگر کے ساتھ ساتھ تھا اور کٹر کیمونسٹ خیالات کا حامل تھا۔ جنگ بھی ختم ہوگئی اور ٹائیگر بھی مارا گیا لیکن مارٹن کے خیالات نہیں بدلے اور وہ پیرس کی کیمونسٹ پارٹی کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہا۔ جولائی ۱۹۴۵ء میں اسے جنوبی امریکہ میں گنی بھیجا گیا جہاں اسے بندرگاہ پر کام کرنے والوں کو کیمونسٹ تعلیمات کے مطابق منظم کرنا تھا تاکہ بالآخر روس ان بندرگاہوں پر قابض ہوسکیں۔ انتہائی دشوار حالات میں اس نے یہ کام دشمنوں کی نظر سے پوشیدہ رہ کر کیا اور کبھی مایوس نہیں ہوا۔ مشن کی قیادت ایک شخص لیوما کے ہاتھ میں تھی جو کبھی سامنے نہیں آیا اور اس کے بارے میں یہ بھی علم نہ ہوسکا کہ وہ کوئی فرانسیسی ہے یا مقامی۔ پھر مارٹن کی تیرہ بختی کا دور شروع ہوا جس کے اسباب کسی کو معلوم نہیں۔ ایک رات کسی شراب خانے میں ایک امریکی سپاہی کا قتل ہوگیا۔ جھگڑا کسی معمولی سی بات پر ہوا تھا اور مارٹن کو کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ کیوں ہوا تھا مگر اسی رات پولیس اسے سوتے سے اٹھا کر لے گئی کیونکہ کسی نے اس کے بارے میں یہ اطلاع دی تھی کہ قاتل وہ ہے۔ تلاشی کے دوران اس کے گھر میں سے وہ خنجر برآمد ہوگیا جس سے قتل کیا گیا تھا۔ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں تھی مگر مارٹن کو اب بھی امید تھی کہ لیوما اس کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا اور وہ بے گناہ سزا نہیں پائے گا۔ جیل میں ایک وکیل نے اس سے ملاقات ضرور کی مگر سماعت کے دوران اس نے دانستہ یا نادانستہ طور پر ایسی غلطیاں کیں کہ مارٹن کو بیس سال قید کی سزا ہوگئی۔ چند برس بعد یہ امید بھی ختم ہوگئی کہ اب کوئی اس کے لئے کچھ کرے گا چنانچہ وہ قید کے باقی دن گن گن کر کاٹتا رہا۔ اس کا رویہ اور چال چلن اس بات کے ضامن تھے کہ اس کی سزا میں کمی ہوجائے گی لیکن یہ توقعات بھی غلط ثابت ہوئیں۔ بالآخر بیس برس گزر گئے۔ جنوری ۱۹۶۲ء میں اسے رہا ہوجانا تھا اور رہائی کے احکامات بھی آچکے تھے لیکن اس دن کے آنے سے پہلے ہی جیل خانے کے اندر کسی نے ایک وارڈن کو مار ڈالا اور گزشتہ مرتبہ کی طرح اس بار بھی یہی ہوا کہ مارٹن کو آدھی رات کے وقت اٹھایا گیا تو اس نے دیکھا کہ سارے قیدیوں کے سامان کی تلاشی لی جارہی ہے۔ وہ خاموش ایک طرف کھڑا ہوگیا اور تلاشی لینے والوں نے اس کی نظروں کے سامنے آلۂ قتل اس کے سامان سے برآمد کرلیا۔ اس کی ایک نہ سنی گئی اور سزا کی میعاد مزید بیس سال کے لئے بڑھ گئی۔ اب اسے یقین آگیا کہ وہ کسی بہت بڑی سازش کا شکار ہوا ہے اور سازش کرنے والے یہ نہیں چاہتے کہ وہ جیل خانے سے باہر آئے۔ وہ سوچتے سوچتے پاگل ہوگیا مگر اس کے ذہن میں اپنے کسی دشمن کا نام نہیں آیا۔ ممکن تھا کہ دوسری بار بھی وہ بیس سال گزار لیتا اور اس کی تیسری سزا کا بندوبست ہوجاتا مگر دس سال ہی گزرے تھے کہ جنوبی امریکہ میں لیوما ایک ٹرک کے نیچے آکر شدید زخمی ہوا۔ لیوما ہی وہ شخص تھا جو مارٹن کے مشن کا لیڈر تھا۔ مرتے مرتے لیوما نے ایک اقبالی بیان دیا کہ ہر دو مرتبہ مارٹن قطعی بے قصور تھا، قتل کے الزام لیوما نے جان بوجھ کر اس پر لگوائے تھے اور اس نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ اسے اوپر سے پارٹی کے احکامات یہی ملے تھے۔ لیوما نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ مارٹن کو قید میں رکھنے کا انتظام نہ کرتا تو اسے بھی قتل کردیا جاتا اور مارٹن پھر بھی باہر نہ آتا۔ اس اعتراف کے بعد مارٹن رہا ہوگیا اور رہائی کے ٹھیک تیس گھنٹے بعد اسی طرح مارا گیا جیسے لیوما مارا گیا تھا۔

تیس برس کی قید کے بعد آزادی کے تیس گھنٹے! ابھی تو اس کی آنکھیں تیس برس میں بدل جانے والی دنیا سے مانوس ہونا سیکھ رہی ہوں گی۔ لیوما نے اپنے اعترافِ جرم میں تسلیم کیا کہ مارٹن کو راستے سے ہٹانے کے احکامات ۱۹۴۵ء میں پیرس کی کیمونسٹ پارٹی کے ہیڈکوارٹر سے موصول ہوئے تھے مگر اس میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ راستے سے ہٹانے کا مطلب قتل نہیں۔"

"اس قسم کے احکامات کا مقصد؟" آندرے نے حیرانی سے کہا۔

"۱۹۴۵ء کے بعد ایسے بہت سے لوگ مار دیئے گئے تھے جن پر شبہ تھا کہ وہ ٹائیگر کو پہچان سکتے ہیں لیکن لوئیس یا مارٹن کو خصوصی عنایت کے تحت جینے کا حق دیا گیا کیونکہ وہ ٹائیگر کا نائب اور معتمد تھا مگر اس کے وجود کو ٹائیگر کے لئے بے ضرر بنا دیا گیا۔" مارک نے کہا۔ "شاید اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر اب کہاں ہے یا محض اتفاق تھا کہ اس نے ٹائیگر کو دیکھ لیا اور

وہ ایک گھنٹے تک اس کے انتظار میں کھڑا رہا جو کہ درحقیقت مرگ ناگہاں کا انتظار تھا کیونکہ اتنی دیر میں ٹائیگر نے اس کے وجود کو پرزے پرزے اڑا دینے کے احکامات صادر کر دیئے تھے۔"

آندرے بے وقوفوں کی طرح منہ کھولے اس بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ "آپ کا مطلب ہے اس نے مرتے وقت جو بیان دیا تھا وہ ٹھیک تھا۔۔؟"

مارک نے اقرار میں سر ہلایا۔ "اس نے غلط نہیں دیکھا اور یہی اس کی غلطی تھی۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے؟" آندرے نے حیرانی سے کہا۔ "ٹائیگر آج کہاں سے؟ اور اس کا ایوانِ صدر میں کیا کام۔"

"ٹائیگر زندہ ہے آندرے۔" مارک نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "مارٹن کے بیان اور واقعات کی شہادت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اب تک کسی نہ کسی صورت اپنی اصلیت کو پوشیدہ رکھا ہے مگر مارٹن مرتے مرتے یہ راز فاش کر گیا۔ اس کے بعد میں نے ساڑھے سات اور ساڑھے آٹھ بجے کے درمیان جبکہ مارٹن باہر کھڑا رہا تھا ایلزی پیلس میں جانے والوں کے نام دیکھے۔ ۹ دسمبر کو اس دوران گیٹ سے اندر جانے والے افراد کی تعداد بارہ ہے مگر ان میں سے صرف تین کا قد ٹائیگر کے برابر تھا۔ کچھ کم یا زیادہ سمجھ لو۔ ایک تو خود صاحب صدر کی ذات تھی جو قاتلانہ حملے سے بچ جانے کے چوبیس گھنٹے بعد پھر وزارت داخلہ تک پیدل گئے تھے اور آئے تھے۔ یہ جرأت نہیں آندرے کی حماقت ہے مگر خیر۔ فلورین نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ فلورین کے بعد دو وزیر اندر گئے تھے۔ وزیر داخلہ مسٹر راجر اور وزیر دفاع مسٹر بلینک۔ یہ دونوں وزیر قد میں چھ فٹ سے زیادہ ہیں اور اہمیت کے اعتبار سے سینئر بھی ہیں۔ باقی لوگوں میں وزیر اعظم کی مختصر ذات شبہ سے بالاتر ہے اور یہی حال دیگر افراد کا بھی ہے۔"

"مگر ہم ان دونوں وزیروں پر بھی ٹائیگر ہونے کا شبہ کیسے کر سکتے ہیں؟" آندرے نے کہا۔

"ہماری نوکری ایسی ہی ہے آندرے کہ ہم اپنے باپ پر بھی شبہ کر سکتے ہیں اور شبہ کو دور کرنے کے لئے تصدیق کر لینے سے مزید نقصان نہیں ہو سکتا۔ فائدہ البتہ ہو سکتا ہے۔"

"فائدہ ہو یا نہ ہو اس سے آپ کا انجام بھی وہی ہو سکتا ہے جو کرنل رینے کا ہوا۔ ایک سرکاری ملازم کسی سیاسی شخصیت کو مشتبہ قرار دے کر اس کے کردار کی تصدیق پا تر آئے تو۔۔۔۔"

مارک ہنسا۔ "کرنل رینے میں اور مجھ میں ایک فرق ہے۔ میں صدر کا محافظ خصوصی ہوں۔" مارک نے کہا۔ "اس کے علاوہ آندرے میں کچھ سیاست دان بھی ہوں مگر یہ بات اپنے تک رکھنا۔ میں اگر کسی کی نقل و حرکت کی نگرانی کے احکامات جاری کروں گا تو اس سے نہیں کہ مجھے اس کے ماضی کے بارے میں تصدیق کرنی ہے۔ میں یہ بات انہیں بتا دوں گا کہ میرے آدمی ان کی نگرانی کریں گے کیونکہ یہ بات چھپائی نہیں جا سکتی۔ لیکن بہانہ میں یہ بتاؤں گا کہ صدر پر ناکام قاتلانہ حملے کے بعد ان کی حفاظت بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے۔ میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب ان کی باری ہے۔"

آندرے کے جانے کے بعد بھی مارک اپنے کمرے میں ٹہلتا رہا اور ان دونوں وزیروں کے کردار کا تجزیہ کرتا رہا۔ وزیر داخلہ راجر اور صدر فلورین ایک زمانے میں کلاس فیلو رہ چکے تھے جب وہ حکومت کے اعلیٰ عہدوں کے لئے منتخب ہوئے تو پھر کچھ دن ایک ساتھ انتظامی امور کی اکیڈمی میں زیر تربیت رہے۔ پھر ان کے راستے جدا ہو گئے راجر کچھوے کی چال چلتا رہا اور فلورین خرگوش کی طرح جست لگاتا ہوا قصر صدارت تک جا پہنچا۔ اپنی کابینہ کے لئے وزیروں کے انتخاب کا مسئلہ پیدا ہوا تو راجر کا نام سر فہرست رہا۔ مگر فلورین اور اس کی افتادِ طبع میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ دبلا پتلا خشک مزاج اور صد درجہ فرض شناس آدمی تھا جو کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا اور فلورین اس کے بارے میں مذاق کرتے ہوئے ایک بات کہتا تھا کہ اگر راجر کا دادا کروڑوں روپے اس کے نام کر کے مرنے لگے تو یہ اسے مرنے نہیں دے گا بلکہ اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ باقی روپیہ کہاں ہے۔ اس کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ چھپ چھپ کر ماتحتوں کے کام کی اور ذاتی زندگی کی نگرانی کے لئے ان کی غیر حاضری میں ان کے دفتروں اور گھروں کی تلاشی لیتا تھا۔ صورت سے وہ کینہ پرور تنگ دل اور تنگ نظر اور کمینہ نظر آتا تھا۔

اس کے برعکس وزیر دفاع بلینک بڑے خوش حال اور دولت مند خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کے شوق بھی رئیسانہ تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ فطرت نے اسے ذہن کی اعلیٰ ترین صفات بھی عطا کی تھیں۔ وہ بھی راجر کی طرح کچھ عرصے فلورین کا کلاس فیلو رہا تھا اور ان کی دوسری ملاقات انتظامی امور کی اکیڈمی میں ہوئی تھی۔ تربیت کے بعد ہونے والے امتحان میں فلورین ـ اول آیا تھا تو وہ دوسرے نمبر پر رہا تھا چنانچہ فلورین نے اسے بھی اپنی کابینہ میں شامل کر لیا تھا۔ فلورین کے اعتماد کا اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ اس نے دونوں دوستوں کو اہم ترین وزارتوں کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی اور ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ تینوں دوست قد میں اور عمر میں تقریباً برابر تھے قد چھ فٹ سے زیادہ اور عمر پچاس سال سے اوپر۔ مگر شخصیت کا فرق نمایاں تھا راجر کو دولت اور عیش و عشرت اور عورت کے سائے سے بھی نفرت تھی جبکہ بلینک کی زندگی میں انہی چیزوں کی اہمیت تھی اور فلورین ان دونوں کے درمیان تھا اس نے ایک شادی کی تھی جو مصروفیت کی نظر ہو گئی تھی کیونکہ اس کی بیوی ایک عام عورت تھی جو شوہر

پر کلی تصرف چاہتی تھی جبکہ فلورین پورے فرانس کی ملکیت تھا چنانچہ وہ الگ ہو چکے تھے۔ عورت اب اس کی ضرورت رہ گئی تھی کمزوری نہیں رہی تھی اور اسی لئے اس کی ضرورت کی تکمیل ہوتی رہی مگر کوئی اسکینڈل کھڑا نہیں ہوا۔

غرض یہ کہ صدر فلورین کے دونوں دوست بہت اہم وزارتیں سنبھالے بیٹھے تھے۔ شبہ نہ راجر پر کیا جا سکتا تھا نہ بلینک پر مگر مارک ایک بات ضرور سمجھتا تھا۔ اگر ٹائیگر زندہ ہوا تو کسی ایسے ہی اہم عہدے پر ہوگا کہ کوئی بھی اس پر شبہ نہ کر سکے۔

رابرٹ فلپ ——— ڈاسٹر وہل ——— لائن جوہل۔

کرنل رینے کے بتائے ہوئے تینوں نام ایلن کے ذہن میں محفوظ تھے حالات نے کرنل رینے کو خبطی ضرور بنا دیا تھا مگر عقل و شعور سے بیگانہ نہیں کیا تھا اور اس نے اپنے اطمینان کیلئے جس طرح ایلن سے سوال جواب کئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ملٹری انٹیلی جینس کے اس سابق سربراہ کی وہ پیشہ ورانہ صلاحیت جو برسوں کے تجربات کا حاصل تھی اب بھی کم نہیں ہوئی ہے۔ اس نے صرف ایلن کے ہی نہیں اس کے تمام جاننے والوں کے ماضی حال اور مستقبل کے بارے میں ہر طرح کے سوالات پوچھ کر جب اپنا اطمینان کر لیا تب ہی کسی امانت کی طرح تین نام اور پتے بتا کر اس سے کہا کہ وہ انہیں اپنے حافظے تک محدود رکھے۔ حافظے کا امتحان اس نے آخری وقت میں بھی لیا اور ایلن نے تینوں نام اور پتے صحیح بتا دیئے تو اس نے امید ظاہر کی تھی کہ ایلن اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا۔ "سچ تو یہ ہے کہ" اس نے ایلن کا بازو تھام کر کسی قدر جذباتی لہجے میں کہا تھا۔ "میں یہ راز اپنے ساتھ قبر میں نہیں لیجانا چاہتا تھا مگر میں چاہتا تھا کہ جو یہ بار امانت اٹھانے آئے وہ اس کا واقعی اہل ہو۔ میری اپنی زندگی کا کوئی لمحہ یقینی نہیں کیونکہ قاتل گھات میں ہیں اور موقع ملتے ہی وہ مجھے مار دیں گے۔ میری زندگی کا ہر دن ان کا انتظار کرتے گزرتا ہے۔"

ایلن کو اس شخص کی حالت پر رحم آیا جو ساری دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا اور ہر طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ مگر اس کی جو بات ایلن کو سب سے زیادہ کھٹک رہی تھی وہ کچھ اور تھی اس نے کہا تھا کہ ٹائیگر کو شناخت کرنے والے یہی تین افراد رہ گئے ہیں۔ جو تھی ایک نابینا عورت ہے۔ ایمی ڈیوڈ۔ مگر اس کا ہونا نہ ہونا بے کار ہے کیونکہ وہ اندھی ہے۔ ایلن کیلئے صرف اس کا نام چونکا دینے والا تھا کیونکہ فلورین پر ناکام قاتلانہ حملہ کرنے والی عورت کا نام لوسی ڈیوڈ تھا۔ کرنل رینے نے ان کے درمیان کسی رشتے کے وجود کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اسے محض اتفاق قرار دیا تھا کیونکہ لاکھوں افراد کے نام کے ساتھ ڈیوڈ آتا ہے۔ مگر ایلن ناموں کی اس مماثلت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

کرنل نے اسے ایک شخص فیول کے بارے میں بھی بتایا تھا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ مر چکا ہے لیکن ایک دن وہ برہنہ پا بدن دریدہ خاک بسر نمودار ہوا اور اس نے کہا کہ ایک ——— بہت بڑا کمیونسٹ جاسوس حکومت کے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہے۔ رینے ان دنوں ملٹری کے شعبہ سراغرسانی کا سربراہ تھا چنانچہ اس نے فیول کو تفتیش کیلئے روک لیا مگر ایک تو وہ اس شخص کا نام نہیں بتا سکا یا اس نے عمداً نہیں بتایا۔ دوسرے وہ اپنے بارے میں کچھ نہ بتا سکا کہ اب تک کہاں تھا اور یہ بات بتانے پہلے کیوں نہیں آیا۔ اس کے جوابات سے غیر مطمئن ہو کر رینے اس کی بات کو مجذوب کی بڑ سمجھا۔ اور اسے چھوڑ دیا مگر وہ ایک گھنٹے بعد مارا گیا۔ اسے ایک کار نے کچل دیا تھا۔ مارٹن اور اس نامعلوم شخص فیول کی موت ایک ہی طرح سے ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے ایک ہی بات کہی تھی۔ وہی بات جو کرنل رینے نے آخر میں اس سے کہی تھی "یہ کہ ٹائیگر زندہ ہے اور یہ تین افراد اسے پہچان سکتے ہیں۔"

جب ایلن جرمنی سے فرانس کی طرف روانہ ہوا تھا تو اسے ایک سیاہ اور ایک سرخ رنگ کی مرسیڈیز کار پیش کی گئی تھی اور اس نے سیاہ کو ترجیح دی تھی۔ کیونکہ اس کا ارادہ رات کے اندھیرے میں سفر کرنے کا تھا آدھے راستے میں اس نے اس کی جگہ سیاہ رنگ کی شیورون۔ ڈی ایس ۲۳ لے لی جو اس کی پسندیدہ کار تھی۔ مگر اس وقت یہ اقدام اس نے پسندیا نہ پسند کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ تعاقب کرنے والوں سے بچنا چاہتا تھا۔ اس نے نیش کے فراہم کئے ہوئے پاسپورٹ انٹرنیشنل ڈرائیونگ لائسنس اور دوسرے کاغذات کے ساتھ اپنی شخصیت بھی مکمل طور پر بدل لی تھی اس کا سوٹ کیس اور سوٹ کیس میں بند کپڑے۔ ٹوائلٹ کا سامان۔ سگریٹ اور دوائیں۔ کتابیں اور تصویریں یہاں تک کہ پرانے اخبارات بھی فرنچ تھے۔ اب اس کا نام ژین بودے تھا جو سو فی صد فرانسیسی نام تھا۔

ٹھیک ایک بجے وہ فرانس کی سرحد میں داخل ہوا تو اس کے پاس برطانوی پاسپورٹ ہی تھا جس کی وجہ سے اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تین گھنٹے بعد وہ واپس لوٹا تو مغربی جرمنی کی سرحد پر کسٹم چیک پوسٹ والوں نے بڑی مایوسی سے اس کا سامان دیکھا۔ "آپ صبح فرانس گئے تھے اتنی جلدی کیوں لوٹ آئے؟" ایک فرنچ آفیسر نے کہا۔ "کیا فرانس پسند نہیں آیا آپ کو۔؟"

ایلن مسکرایا۔ "یہ بات نہیں بلکہ فرانس اس لحاظ سے بہتر ہے کہ یہاں ضرورت کی کچھ چیزیں بہتر مل جاتی ہیں اور میں دونوں طرف آتا جاتا رہتا ہوں۔" چار دن تک اسی معمول پر عمل کرنے کے بعد اس نے کسٹم والوں کو اپنی بات کا یقین دلا دیا مگر پانچویں مرتبہ وہ فرانس میں داخل ہوا تو اس نے اپنا برطانوی پاسپورٹ اور دوسرے متعلقہ کاغذات جلا دیئے اب وہ ژین بودے تھا۔ پیشے کے اعتبار سے اخباری رپورٹر۔

ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر مارک نے ریسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا دیا۔ اب اس کی بات کوئی نہیں سن سکتا تھا۔

"۶ بجکر ۵۴ منٹ پر وکڑ ہیوگو کا پیغام آیا تھا" آپریٹر نے کہا۔ "جو ریکارڈ کر لیا گیا ہے"۔ یہ سنکر مارک نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا اور وزارت داخلہ کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ نچلی منزل میں چند کمرے روشن تھے جہاں رات کے وقت بھی ڈیوٹی دینے والے آتے تھے باقی عمارت میں صرف محافظ رہ گئے تھے مارک چوتھی منزل تک کسی مداخلت کے بغیر جا پہنچا طویل راہداری کے آخر میں ایک مقفل کمرہ تھا جسے اس نے خود کھولا اور پھر اندر سے مقفل کر دیا۔

اندر ایک چھوٹا سا لیب روشن تھا جسکی روشنی بند دریچوں کے شیشوں پر کئے ہوئے سیاہ پینٹ اور اوپر پڑے بھاری پردوں کے باعث باہر دکھائی نہ دیتی تھی۔ مارک اس کمرے سے گزر کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا جو پہلے کمرے کے مقابلے میں بڑا اور روشن تھا مگر اس دروازے کے سوا جس سے مارک داخل ہوا تھا۔ اس کمرے کی کسی دیوار میں کوئی کھڑکی تک نہ تھی۔ سپاٹ دیواروں والے اس کمرے کے ننگے فرش پر لکڑی کی ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی تھی اور ایک شخص کرسی ڈالے کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھا تھا میز پر ٹرانسمیٹر ریسیور اور ٹیپ ریکارڈ جیسے بہت سے پیچیدہ آلات رکھے تھے۔ دوسری خالی کرسی پر بیٹھ کر مارک نے اپنے سر پر ایک ہیڈ فون چڑھیا اور ٹیپ ریکارڈ کا بٹن دبا دیا۔

"وکڑ ہیوگو رپورٹ۔ ایک برطانوی نام ایلن ہینتیس سال سیاہ رنگ کی سیڑوان ڈی ایس ۲۳۔ رجسٹریشن نمبر نو ایل ۴۹۱۲۰۔ میں کرنل سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ملاقات کیلئے آیا تھا۔ ان کی گفتگو کا موضوع ٹائیگر تھا مگر میں ساری بات نہیں سن سکا۔ کرنل نے اسے تین افراد کے نام اور پتے دیئے ہیں جو ٹائیگر کو پہچانتے ہیں۔ دو ایلساس کے رہنے والے ہیں۔ ایک جرمنی میں ہے۔ نام اور پتے نوٹ کر لو۔"

اس کے بعد ہربرٹ فلیپ۔ ڈاکٹر دبل اور لائن جوئیل کے نام اور پتے لکھانے کیلئے وکڑ ہیوگو کی آواز کا لہجہ بدل گیا تھا اور وہ اس رفتار سے بول رہا تھا کہ پیغام کو ساتھ ساتھ لکھا بھی جا سکتا تھا۔ پیغام ختم ہوتے ہی مارک نے ہیڈ فون اتار کر رکھا اور بٹن دبا کر مشین کو بند کر دیا۔ دوسری کرسی پر بیٹھے ہوئے آپریٹر نے یہی پیغام ٹائپ کیا ہوا اسے دیا اور اس کی اجازت پا کر ٹیپ کے پیغام کو صاف کر دیا۔ مارک پیغام وصول کرنے سے پہلے ہمیشہ پیغام دینے والے کی آواز اپنے کانوں سے سننا پسند کرتا تھا۔

"میرا خیال ہے وکٹر کچھ نروس تھا" مارک نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ وکٹر دراصل کیپٹن موریو کا نام تھا جو کرنل رینے کی رہائش گاہ پر اور آفس میں آنے جانے والوں پر نگرانی رکھنے اور انہیں کرنل کی اجازت کے بعد اجازت نامہ جاری کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اس کا دفتر کرنل رینے کے دفتر سے باہر گیٹ پر واقع تھا۔ گیٹ سے اندر جانے والا راستہ ایک فرلانگ تک پھیلا ہوا تھا اور یہ ناممکن تھا کہ کیپٹن موریو کی نظر بچا کر یا اس کی مرضی کے بغیر کوئی کرنل تک جا پہنچے۔ موریو کو کرنل کا اعتماد حاصل تھا مگر دراصل موریو کو مغربی جرمنی کی حکومت نے بھیجا تھا جس نے کرنل رینے کو سیاسی پناہ تو دے دی تھی مگر اس کے ساتھ ہی مغربی جرمنی کے چانسلر ہربرٹ فرانز نے اپنی خفیہ پولیس بی این ڈی کو تاکید کر دی تھی کہ وہ کرنل کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ وہ اپنے ہمسایہ ملک فرانس سے تعلقات کو بگاڑنے کے حق میں نہیں تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ رینے کی کسی تقریر یا سازش کے باعث کوئی ایسی بین الاقوامی سیاسی پیچیدگی پیدا ہو جائے جس کا الزام جرمن حکومت پر آئے چنانچہ وہ گاہے گاہے کرنل رینے سے ملاقات بھی کرتا تھا اور اسے سمجھاتا رہتا تھا کہ سیاسی اختلافات کو ذاتی عناد بنا کے تقریر میں غیر شائستہ الفاظ استعمال کرنا کوئی اچھی بات نہیں یہی وجہ تھی کہ کرنل رینے تھوڑا سا محتاط تھا۔ اسے جرمنی کی سیاسی پناہ سے محروم ہونا کسی قیمت پر منظور نہ تھا اسے کیپٹن موریو پر بی این ڈی کا آدمی ہونے کا شبہ تک نہیں تھا اور کیپٹن موریو اس اعتماد سے یوں فائدہ اٹھا رہا تھا کہ اپنی رپورٹ بی این ڈی کے علاوہ فرانس کی حکومت کو بھی دے رہا تھا اور فرانس کی حکومت ان خدمات کے عوض اسے معقول معاوضہ ادا کر رہی تھی جو بی این ڈی کے علم میں بھی نہ تھا۔

وزارت داخلہ کی عمارت میں آتے جاتے بہت سے محافظوں نے مارک کو دیکھا تھا مگر روکا نہیں تھا کیونکہ وہ پیرس کی پولیس کا چیف ہی نہیں صدر کا محافظ خصوصی بھی تھا مارک کا ذہن وکٹر ہیوگو کے پیغام میں الجھا ہوا تھا آخر اس برطانوی کو ٹائیگر کے بارے میں بات کرنے کیلئے کرنل رینے کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ تیس برس پہلے ٹائیگر مر چکا تھا اور اب اچانک اس کا نام پھر سنائی دے رہا تھا۔ ان سب باتوں سے اس کے شبہات کی تصدیق ہوتی جا رہی تھی۔ ٹائیگر مرا نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی موت کا کوئی عینی گواہ یا دستاویزی ثبوت کچھ موجود نہیں تھا۔ غالباً یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ وہ مر گیا ہے اور وہ ان تیس برسوں میں اپنی شخصیت بدل چکا تھا۔ اس کے نظریات وہی تھے۔ اس کا مشن بھی وہی تھا مگر اب کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا کوئی انگلی اٹھا کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ٹائیگر کون ہے۔ وزیر دفاع۔ وزیر داخلہ۔ یا کوئی اور۔ مارک نے فیصلہ کیا کہ ٹائیگر کی شناخت سے پہلے اس کی موت کی تصدیق کرنا زیادہ ضروری ہے۔

کرنل رینے کو ٹھکانے لگانے والی تین افراد کی ٹیم کا لیڈر کارل وینک تھا جسکی عمر اکتیس سال ہو چکی تھی وہ جسمانی طور پر مضبوط اور پھرتیلا تھا اور اسکی صورت میں اور شخصیت میں سیکس اپیل تھی چنانچہ وقت ضرورت وہ کسی بھی عورت کو اپنا آلہ کار بنا سکتا تھا۔ ایسے برسوں میں کبھی ایسے نازک

مقام اور سخت مرحلے بھی آجاتے ہیں جہاں زہر سے بجھے خنجر کو پھول کی پتی سے ہی کاٹا جا سکتا ہے۔ کارل عام لباس پہنے پہننے مسکرانے والا بے ضرر قسم کا نوجوان تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اسی سکون سے بیک وقت دس افراد کو قتل کر سکتا ہے اور اس کے بعد کسی پریشانی کے بغیر اطمینان سے سو سکتا ہے یا محبت کر سکتا ہے یا تفریح کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قیادت اس کے سپرد کی گئی تھی ورنہ ذہانت اور بے خوفی میں اس کے باقی دونوں ساتھی بھی کم نہ تھے۔ ٹیم کا دوسرا ممبر والٹر عمر میں سب سے زیادہ تھا اور تجربے میں بھی چنانچہ اسے امید تھی کہ اس مشن کی باگ ڈور اس کے حوالے کی جائے گی مگر کارل کے انتخاب سے وہ مایوسی کا شکار ہوا تھا ورنہ اس کے حوصلے میں کمی آئی تھی۔ وہ منصوبہ بندی کا ماہر تھا۔ ٹیم کے تینوں ممبروں کیلئے شناختی کاغذات، پاسپورٹ وغیرہ فراہم کرنا، اسلحہ حاصل کرنا، وقت کا اور طریقۂ کار کا تعین کرنا، حالات کا جائزہ لے کر کسی مقام تک پہنچنے کا اور وہاں سے فرار ہونے کا راستہ تلاش کرنا۔ یہ سب اسی کی ذمہ داریاں تھیں۔ آدمی کو بھی پورے اعتماد سے مار سکتا تھا اور اس کیلئے قوت بازو پر بھروسہ کرتا تھا اسلحہ استعمال کرنے کی بجائے وہ گلا گھونٹ کر یا زہر دے کر یا ڈبو کر مارنے کو ترجیح دیتا تھا جس میں آواز تک نہ نکلے اور کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔

ٹیم کا تیسرا ممبر انیٹونیو تھا جو خاموش طبع اور سب سے الگ تھلگ رہنے والا آدمی تھا مگر وہ بھی کم خطرناک نہیں تھا۔ اس کی شہرت کا آغاز اس وقت ہوا جب اسے دو افراد کو ٹھکانے لگانے پر مامور کیا گیا، ان میں سے ایک نوجوان مرد تھا اور ایک لڑکی۔ یہ دونوں چیکوسلواکیہ سے فرار ہو کر آسٹریا چلے گئے تھے اور سیاسی پناہ حاصل کرنے کے بعد شادی کر چکے تھے۔ اگر یہ دونوں کمیونسٹ پارٹی کے اہم رکن نہ ہوتے اور یہ خدشہ نہ ہوتا کہ وہ بہت سے راز فاش کر دیں گے تو ممکن تھا کہ وہ بچ جاتے مگر انہوں نے آسٹریا پہنچتے ہی ایک امریکی رسالے کو بڑا غلط قسم کا انٹرویو دیا چنانچہ انیٹونیو کو بڑی عجلت میں روانہ کیا گیا۔ اس نے ویانا کے اس ہوٹل میں پہنچ کر جہاں یہ میاں بیوی ہنی مون منا رہے تھے دونوں کو قتل کر دیا۔ ان کی لاشیں رسی میں باندھ کر چھت سے لٹکا دی گئی تھیں اور ایک ایک پرچہ ان کے لباس پر پن سے لگا دیا گیا تھا جس پر لکھا تھا "ہم اپنے کیے پر شرمندہ نادم ہیں۔"

"تینوں افراد چیکوسلواکیہ کے رہنے والے تھے چنانچہ ان میں سے کسی کے پکڑے جانے کی صورت میں روسی حکومت کے ملوث ہونے کا الزام نہیں آ سکتا تھا۔ تینوں کاغذات کے مطابق فرانسیسی تھے اور انہیں صحیح لہجے میں فرانسیسی بولنا بھی سکھایا گیا تھا۔ یہ تربیت تین ہفتے پہلے ایک روسی ماہر بورزوف کی نگرانی میں چل رہی تھی اور اب مکمل ہو چکی تھی مگر احکامات ابھی تک موصول نہیں ہوئے تھے کہ انہیں کب روانہ ہونا ہے۔ برف باری شروع ہو چکی تھی اور وہ اس ویران علاقے میں زندگی سے بیزار بیٹھے تھے۔ ان کے رہنے کیلئے صرف خیمے تھے۔ اندر سے یہ خیمے ہر طرح کی راحت کے سامان سے آراستہ تھے۔ سرد برفانی ہوائیں اس کی گرم فضا میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ ان کے کھانے پینے کی ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی۔ ان کے پاس بہترین کپڑے تھے اور ان کے بستر آرام دہ تھے۔ انہیں اخبارات اور رسالے ملتے تھے اور ان کے پاس ریڈیو اور ٹیلی وژن بھی تھے مگر اس کے باوجود وہ اس غیر آباد برفانی خطے میں ایک دوسرے کے سوا کسی آدمی کی صورت دیکھنے کو ترس گئے تھے۔

بورزوف خیمے میں داخل ہوا اور اپنے لباس پر سے برف جھاڑنے لگا تو اسے مسکراتا دیکھ کر ان کے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید روانگی کا حکم آ گیا ہے "آج صورتحال میں ایک تبدیلی آئی ہے۔" اس نے آتش دان کے قریب بیٹھ کر کہا "کرنل رینے کو فی الحال بھول جاؤ۔" اس نے رک کر ردعمل کا مشاہدہ کیا۔ ان تینوں کے چہرے اتر گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کی صورت کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ سوال ایک ہی تھا کہ اگر انجام یہی ہونا تھا تو تین ہفتے تک یہاں جھک مارنے کی کیا ضرورت تھی اور اس تربیت کی سختی جھیلنے کی کیا ضرورت تھی۔

"مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" بورزوف عیاری سے مسکرایا۔ "اس کی جگہ ہمارے پاس تین دیگر افراد کے نام آ گئے ہیں اب تمہیں ایک آدمی کو نہیں تین کو ٹھکانے لگانا ہے اور ۲۲ دسمبر سے پہلے پہلے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" والٹر نے کہا "اتنے کم وقت میں نئے پروگرام"

"تمہارے خیال میں میری عمر کیا ہوگی؟" ادھیڑ عمر کی ایک خاتون نے کسی نوجوان سے پوچھا۔

نوجوان نے خاتون کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا: "بال سے تو آپ سولہ برس کی لگتی ہیں۔ آپ کے دانت سترہ برس کی لڑکی کے ہیں اور جسمانی صحت کے اعتبار سے آپ اٹھارہ برس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتیں۔"

"خوشامدی کہیں کے۔" خاتون نے اٹھلا کر کہا۔

"..... اور اگر آپ سولہ، سترہ اور اٹھارہ کو جمع کر دیں تو اکیاون برس سے کسی طور کم نہیں۔"

"آئی ایم سوری یور ذوف مے لیس کی بات کاٹ کر کہا۔" ہمارے پاس وقت ہے ہی نہیں۔ ہمیں جمعرات کی صبح روانہ ہونا ہے۔ ہمارے پاس اس مشن کیلئے صرف سات دن ہیں۔" اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر پھینک دیا۔ کارل نے وہ کاغذ اٹھا لیا جس پر تین نام لکھے ہوئے تھے۔

رابرٹ فلپ ——— ڈارد ہل ——— لائن جوئیل۔

مارک جب وزیر داخلہ کے کمرے میں داخل ہوا تو ہمیشہ کی طرح اسے کمرے کی فضا میں گھٹن کا احساس ہوا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اندر ہر چیز کا رنگ گہرا تھا، پردے اور قالین گہرے سرخ رنگ کے تھے چنانچہ کمرے کے اندر روشنی کہیں سے منعکس نہیں ہوتی تھی بلکہ دھبوں کی صورت میں پھیلی ہوئی نظر آ رہی تھی اس کے علاوہ راجر کا اپنا رویہ تھا جو ہمیشہ کاروباری رہتا تھا اور وہ گفتگو کرتے ہوئے اپنے مخاطب کو کبھی یہ اندازہ نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ اب بھی وہ دیوار پر لگے ہوئے ایک نقشے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے علم تھا کہ مارک اندر آ چکا ہے مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ مارک خود ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم کل چھ بجے امریکی سفارت خانے گئے تھے اور بیس منٹ بعد لوٹ آئے۔" راجر نے نقشے پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا اور ہاتھ پیچھے باندھے پیر پھیلائے کھڑا رہا۔ مارک نے اس بات کا جواب ضروری نہیں سمجھا کیونکہ یہ کوئی سوال نہیں تھا۔ حسب توقع راجر اچانک پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا کرسی پر آ بیٹھا۔ "کیوں؟" اس نے بیٹھتے ہی کہا اور مارک کو نظر جما کر دیکھنے لگا۔

"میں ڈیوڈ نیش سے ملا تھا۔" مارک نے کسی پریشانی کے بغیر کہا۔ "کیونکہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جناب صدر کی ان تقریروں کا ذمہ دار میں ہوں جو انہوں نے امریکی خارجہ پالیسی کے خلاف اب تک کی ہیں مگر میں نے کہا کہ میرا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور میں صدر کے محافظ خصوصی کے سوا کچھ نہیں ہوں۔"

"اور یہ کرنل ریسنے آجکل کیا بکواس کر رہا ہے؟" راجر نے اچانک موضوع بدلا۔ مارک اس رویے کا عادی تھا چنانچہ اس نے اپنے سکون میں کوئی فرق نہ پڑنے دیا۔ "اور یہ برطانوی ایلچی۔ یہ کیوں ملا تھا اس سے؟"

"میں تو خود حیران ہوں جناب والا۔" مارک نے کہا۔ "ایلچی ایک دن کے لئے فرانس آیا تھا اور واپس مغربی جرمنی چلا گیا۔ تاہم میں نے سرحدی پولیس گارڈز کی نگرانی کی ہدایات دے دی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ پھر آئے۔"

"تمہارے خیال میں ریسنے سے اس برطانوی کی ملاقات امریکی حکام کے اشارے پر ہوئی تھی؟" راجر نے رازدارانہ لہجے میں کہا مگر مارک سمجھتا تھا کہ وہ اس کی زبان سے کیا کہلوانا چاہتا ہے۔

"مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔" مارک نے یوں کہا جیسے وہ نروس ہو گیا ہے۔ "کیا آپ کے خیال میں یہ ممکن ہے؟" اس نے بڑی چالاکی سے کہا۔ اور اپنی معصوم اداکاری پر دل ہی دل میں خوش ہو کر سوال کے جواب سے پہلو بچا کر اس نے جواب کی ذمہ داری خود سوال کرنے والے پر ڈال دی۔

"نہیں نہیں۔" راجر نے بے نیازی سے کہا۔ مگر اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال گہرا ہو گیا تھا۔ "ایسے ہی میں سوچ رہا تھا کہ شاید ——— خیر۔" اس نے اپنا ہاتھ مصافحے کیلئے آگے کیا۔ "تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں تو بات کرنے سے کیا فائدہ۔"

اس کے کمرے سے باہر آتے ہی مارک نے زور سے گالا دے کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔ وزیر داخلہ کے اسی رویے کے باعث ان کے درمیان اعتماد کی وہ فضا قائم نہیں ہو سکی تھی جو ایک جیسی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہونی چاہئے تھی۔ اس نے راجر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ڈیوڈ نیش سے ملا ہے اور راجر نے اسے خبر نہ ہونے دی تھی کہ کوئی اس کے تعاقب میں تھا تاہم مارک مطمئن تھا کہ اصل گفتگو کا علم راجر کو اب بھی نہیں۔ ڈیوڈ نیش نے فرانس اور کرنل ریسنے کی ملاقات کا ذکر کیا تھا اور واضح الفاظ میں کہا تھا کہ فلورین کی کابینہ کے دو وزیروں۔ راجر اور ملینک میں سے ایک تائیگر ہے۔ اصلی تائیگر۔ اور مارک کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ تائیگر جس کا ذکر تیس برس سے کسی کی زبان پر نہ آیا تھا اچانک کیسے پیدا ہو گیا اور جو بات مارٹن نے مرتے مرتے کہی تھی وہ واشنگٹن تک کیسے پہنچ گئی اور اس برطانوی کو کیسے معلوم ہو گئی جو جرمنی جا کے کرنل ریسنے سے ملا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مغربی جرمنی کے چانسلر فرانز کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی اور اگر روسیوں کو پہلے سے معلوم ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدھی دنیا میں پھیل چکی ہے اور جو بات آدھی دنیا میں پھیل جائے اسے ساری دنیا میں پھیلنے سے کون روک سکتا ہے۔ ابھی اس نے اپنے آفس پہنچ کر آندرے کو بلانے کیلئے پیغام بھیجا ہی تھا کہ اس کی میز پر رکھے ہوئے سرخ ٹیلی فون کی لائٹ جلنے اور بجھنے لگی۔ یہ ایوان صدر کی وہ لائن تھی

جس پر صرف فلورین بات کر رہا تھا۔ "یس سر۔" اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ اور دوسری بار "یس سر" کہہ کر رکھ دیا۔ میز پر سے اپنی کیپ اٹھا کر سر پر جمائی چھڑی بغل میں دبائی اور پھر جیپ میں آ بیٹھا۔ دس منٹ بعد وہ ایلیزی پیلیس کے صدر دروازے سے گزرا تو محافظوں نے اسے سلیوٹ کیا مگر وہ ان کی طرف دیکھے بغیر گزر گیا۔ صدر نے اسے ایک انتہائی اہم کام سے طلب کیا تھا اور وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ اہم کام کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ٹائیگر کے بارے میں کوئی افواہ صدر کے کانوں تک بھی پہنچ گئی ہے؟ کہیں کسی نے اس کے بارے میں یہ تو نہیں کہہ دیا کہ وہ راجر بیلنک [illegible] کسی کو مشتبہ سمجھتا ہے؟ ایسی صورت میں آمد رسے کے بیٹے سے خدشہ اس کا انجام بھی کرنل رینے کی طرح ہو سکتا تھا۔ مزاجِ شاہاں کا کیا ہے۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ کبھی سلام پہ برہم کبھی دشنام پہ انعام۔

صدر کے ساتھ بیلنک کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا اور ان دونوں کی صورت دیکھ کر اسے کو دال میں کچھ کالا نظر آیا۔ وہ چھٹی حس کا قائل تھا جو آدمی کو قبل از وقت خبردار کر دیتی ہے اور چند منٹ بعد بیلنک نے اسے بتایا کہ اسے کیوں طلب کیا گیا ہے تو چھٹی حس پر اس کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ صدر نے بیلنک کے مشورے سے احکامات صادر کر دیئے تھے کہ رینے کو مغربی جرمنی سے اغوا کر لیا جائے اور یہ سب کچھ اس کے مشورے اور مرضی کے بغیر کیا گیا تھا۔

"جناب صدر آپ جانتے ہیں سیاسی اور قانونی اور اخلاقی اعتبار سے بھی یہ کتنی غلط حرکت ہوگی۔" مارک نے اپنے حتی الامکان مناسب الفاظ کا جامہ پہنانے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ بیلنک نہ ہوتا تو وہ پھٹ پڑتا۔

"رینے غدار ہے۔ اسے غداری کی سزا ملنی چاہئے۔" بیلنک نے کہا۔

"مگر وہ مغربی جرمنی کی سیاسی پناہ میں ہے۔" مارک نے جواب دیا۔

"اس کے اغوا کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوگی۔" صدر نے کہا۔ "وہ اچانک کسی گلی میں بے ہوش پڑا ملے گا۔ پولیس کو اطلاع کوئی اور دے گا۔ پھر تم اسے آسانی سے گرفتار کر سکتے ہو۔ ڈیگال نے ارگو کو ایسے ہی اغوا کیا تھا۔"

"آئی ایم سوری سر،" مارک نے کہا۔ "آپ بے شک سمجھ لیں۔ میں استعفیٰ دے سکتا ہوں مگر یہ غیر قانونی کام۔۔۔۔"

"تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ اغوا کا مشن بھی تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے؟" بیلنک نے کہا۔ "تم تو ایک غدار مجرم کو پیرس کی کسی گلی سے پکڑو گے۔ اس میں کیا غیر قانونی بات ہے؟"

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یوں انجان بن کر آپ دنیا کو دھوکا دے سکیں گے تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔" مارک نے بیلنک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے خوفی سے کہا۔ "یہی خوش فہمی [illegible] سابق [illegible] حسن کو بھی تھی لیکن آپ کو معلوم ہے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا کیا

کیا ہوا۔؟ مجھے آپ کے انجام سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ آپ سیاست داں ہیں۔ آج نہیں تو کل پھر کسی وزارت میں شامل ہونگے مگر میں سرکاری ملازم ہوں۔ میری نوکری ایک دفعہ چلی گئی تو میں تباہ ہو جاؤنگا۔" اس کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو رہا تھا مگر وہ نتائج کی پروا کئے بغیر بولتا گیا۔ "اور آپ اسے دھمکی نہ سمجھیں۔ آدمی کو اپنے دفاع کیلئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ بھی بولنا پڑتا ہے جو سب کو تباہ کر دیتا ہے۔"

چند منٹ بالکل خاموشی میں گزر گئے۔ پھر فلورین نے ٹیلی فون اٹھایا اور آپریٹر سے ڈائریکٹر ملٹری آپریشن کا نمبر مانگا۔ "تم صحیح کہہ رہے ہو۔" اس نے مارک سے کہا۔

"ٹائیگر کی تدفین میں شریک ہونے والے چار دن بعد ایک فوجی جھڑپ میں مارے گئے تھے مگر کچھ لوگوں نے بتایا کہ ان کے جسم سے برآمد ہونے والی گولیاں کسی ریوالور سے چلائی گئی تھیں۔" آندرے نے فائل پر نگاہ رکھتے ہوئے کہا۔

"اور وہ پادری جو تدفین کے وقت آیا ہوگا؟" مارک نے پوچھا۔

"ٹائیگر کا کسی مذہب پر عقیدہ نہیں تھا چنانچہ پادری کوئی نہیں بلایا گیا تھا۔" آندرے نے جواب دیا۔ "فائل میں یہی لکھا ہے۔"

"اور جس نے کفن دفن کا انتظام کیا تھا؟" مارک نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا۔ وہ فراغت سے میز پر پیر پھیلائے نیم دراز تھا۔

"اس کو تو صبح ہوتے ہی کسی نے گولی مار دی تھی۔ اس کی لاش سڑک پر پڑی ہوئی پائی گئی تھی۔ لاش کے سر میں گولی کا سوراخ تھا۔"

آندرے نے صفحہ پلٹا۔ "لیکن سب سے زیادہ افسوسناک ایک اور آدمی کی موت ہے۔ وہ ٹائیگر کا ایک ساتھی تھا جو مجسمہ ساز بھی تھا۔ ٹائیگر کی یاد میں اس نے ایک مجسمہ تراشا تھا جو چھ ماہ بعد اس کی قبر پر نصب کیا گیا تھا۔ مجسمہ اب بھی موجود ہے۔" یہ کہہ کر آندرے نے فائل میز پر رکھ دی اور تعریفی نظروں سے مارک کی طرف دیکھا۔

"یہ سب مجھے پہلے سے معلوم تھا۔" مارک نے گھور کر آندرے کو دیکھا۔ "آگے چلو۔"

"یس سر۔" آندرے نے مسکرا کر کہا اور دوسری فائل اٹھائی۔ "غالباً یہ بھی آپ کو علوم ہوگا کہ مسٹر بلینک کو ان کے والد نے ایک چھوٹے سے قصبے میں تعلیم حاصل کرنے بھیج دیا تھا کیونکہ وہ کمیونسٹ تحریک سے متاثر ہو رہے تھے لیکن گھر سے دور جا کے بھی ان کے خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کمرہ مقامی تحریک کا اسلحہ خانہ تھا۔ وہ جس خاتون کے ساتھ مقیم تھے وہ جولائی ۱۹۴۶ء میں نہایت پراسرار طریقے پر ہلاک ہو گئی۔ اس کی گاڑی کے بریک اچانک فیل ہو گئے اور گاڑی ساٹھ فٹ اونچی چٹان سے سمندر میں جا گری۔ حادثے کا گواہ کوئی نہیں تھا اور اب مسٹر بلینک کے بارے میں کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ جنگ کے دوران وہ کہاں تھے اور کیا کرتے تھے۔" آندرے نے صفحہ پلٹا۔ "غالباً یہ بھی آپ جانتے ہوں گے کہ مئی ۱۹۴۴ء سے پہلے ڈاک کا ایک ایسا نظام قائم کئے بیٹھے تھے جسے 'خفیہ' کہا جا سکتا ہے یعنی وہ فرانس کی خفیہ تنظیموں کے پیغام رساں تھے اور ایک گروپ کا دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ ان میں وہ گروپ بھی تھے جو ٹائیگر سے وابستہ تھے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ۱۹۴۴ء میں وہ کس کے ساتھ تھے اور کہاں تھے۔" آندرے نے ایک اور صفحہ پلٹا۔ "یقیناً یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ جن صاحب کے محافظ خصوصی ہیں وہ بھی شبہے سے بالاتر نہیں کیونکہ ان کا ایک بھائی چارلس بالکل ان کا ہم شکل تھا۔ اگر وہ کچھ عرصے تک اپنے چھوٹے بھائی فلورین کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو تو یہ ممکن ہے کہ فلورین خود ٹائیگر کا رول۔۔۔"

"یہ چارلس اب کہاں ہے؟" مارک نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ آپ کو معلوم نہیں کہ چارلس کو ۱۹۴۵ء کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔" آندرے نے کہا۔ "وہ بحر اوقیانوس میں تیرنے گیا تھا۔ آخری غوطہ مارنے کے بعد اب تک برآمد نہیں ہوا۔"

اگر وہ سنتری وہاں موجود نہ ہوتا تو کار سیدھی گزر جاتی اور آندرے کو کہیں خبر بھی نہ ہوتی کہ اسے کہاں مڑنا ہے کیونکہ مارک جو پہلے اونگھ رہا تھا اب باقاعدہ سو رہا تھا اور پچھلی سیٹ پر سے اس کے خراٹے صاف سنائی دے رہے تھے۔ سگار جو اس کے منہ میں تھا کار کے فرش پر گر کر بجھ گیا تھا۔ آندرے نے اسے جگانا کچھ مناسب نہیں سمجھا۔ پولیس کی نوکری میں یوں تو کھانے پینے اور سونے کے معمولات کی پابندی مشکل بات تھی لیکن پیرس کے دوسرے پولیس چیف صدر کے محافظ خصوصی نہیں رہے تھے چنانچہ ان کی مصروفیات جرائم کی دنیا تک محدود تھیں اور سیاسی مصروفیات سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا مگر مارک کی جان ہر طرف سے عذاب میں تھی۔ اسے ایک طرف پیرس کی پولیس کو کنٹرول کرنا پڑتا تھا تو دوسری طرف صدر کی سلامتی سے متعلق تمام امور کی نگرانی کرنی پڑتی تھی چنانچہ اسے جو فرصت کا لمحہ میسر آتا تھا وہ اسے پیٹ بھرنے یا نیند کی کمی پوری کرنے کیلئے استعمال کر لیتا تھا۔

گھنے جنگل میں سے گزرنے والا کچا راستہ سیدھا نہ تھا۔ اس میں ہر سو پچاس گز کے بعد کوئی موڑ آ جاتا تھا یا راستہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا لیکن ان کی رہنمائی کیلئے ہر جگہ پولیس موجود تھی کار جنگل کا آخری موڑ کاٹتی ایک میل کا فاصلہ طے کر کے رک گئی اور مارک یوں اٹھ بیٹھا جیسے وہ سویا ہی نہیں تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے باقی فاصلہ پیدل طے کیا پھر ایک جھیل آ گئی جہاں سے وہ موٹر بوٹ میں سوار ہوئے اور بیس منٹ بعد دوسرے کنارے پر جا اترے۔ دوسرے کنارے پر ایک اور پولیس آفیسر

ان کی راہنمائی کیلئے ہے۔ دھارات بالکل تاریک تھی اور گھنے درختوں میں سے کہیں کہیں نظر آنے والی ستاروں کی چمک کے سوا کوئی روشنی نہ تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں بھی راستہ چند گز تک ہی نظر آتا تھا اور دونوں جانب کھڑے ہوئے درختوں کے تنے سلامی کے لئے صف بستہ فوج کی طرح لگتے تھے۔ ان کے بھاری جوتوں سے ٹوٹنے والی خشک ٹہنیاں آتشدان میں جلنے والی لکڑیوں کی طرح چیخ رہی تھیں۔ اس سکوت میں اور کوئی صدا نہ سنائی دیتی تھی ہوا رکی ہوئی تھی اور کہیں سے ان حشرات الارض کی آواز تک نہیں آ رہی تھی جو ہر جنگل میں سنائی دیتے ہیں۔ پھر مارک نے متحرک روشنی میں سایوں کو دیکھا۔ ایک دائرے میں پولیس کی چند گاڑیاں کھڑی تھیں اور ریت کے ڈھیر پر سے پولیس کے کچھ لوگ ٹارچ کی روشنی ایک گڑھے میں ڈال رہے تھے ——

مارک اور آندرے ایک ساتھ مٹی کے ڈھیر پر چڑھ گئے۔

"کچھ ملا؟" مارک نے کسی کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"یس سر" ساتھ کھڑے ہوئے ایک پولیس آفیسر نے جواب دیا۔ "تابوت مل گیا ہے" اس نے اپنی ٹارچ مارک کو تھما دی۔ مارک نے گڑھے میں نظر ڈالی تو پولیس کے کچھ جوان سرتاپا مٹی میں بھرے ہوئے بڑی احتیاط کے ساتھ ایک تابوت کے آس پاس سے مٹی ہٹا رہے تھے۔ مارک نے کلائی کی گھڑی پر نگاہ ڈالی اور اطمینان کا سانس لیا۔ صبح ہونے میں ابھی تین گھنٹے باقی تھے، وہ ریت کے ڈھیر سے نیچے اتر آیا اور ٹارچ کی روشنی میں ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔ روشنی پتھر کے سیاہ مجسمے پر ٹھہر گئی تیس برس میں موسمی حالات نے مجسمے کا رنگ ضرور بدل دیا تھا لیکن اس کی صورت کا تاثر نہیں بدلا تھا۔ مجسمے کا نچلا حصہ زمین میں دھنس گیا تھا۔ شاید زمین پہلے دلدلی تھی مارک غور سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ لیکن یہ بیس بائیس برس کے نوجوان ٹائیگر کا چہرہ تھا۔ شاید وہ مجسمہ ساز بھی کوئی ماہر فن نہیں تھا اور ٹائیگر کی صورت ہوبہو پتھر میں نہیں اتار سکا تھا یا کوئی اور بات تھی کہ اس مجسمے کی صورت ان میں سے کسی کی صورت سے نہیں ملتی تھی جن پر اب ٹائیگر ہونے کا شبہہ کیا جا سکتا تھا۔

زنجیروں کی آواز سن کر مارک نے اندازہ لگایا کہ کھدائی کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور اب تابوت کو اوپر کھینچا جا رہا ہے۔ وہ واپس قبر کی طرف لوٹ آیا۔ چار زنجیریں لمبائی کے رخ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے تابوت کے نیچے سے گزری گئی تھیں اور قبر کے دونوں جانب کھڑے ہوئے آٹھ افراد نے ان کے سرے تھام رکھے تھے تابوت باہر آ گیا تو مارک جیسے شخص کو بھی اپنے ماتھے پر پسینے کی ہلکی ہلکی سی نمی کا احساس ہوا۔ پھر پولیس کے کارکن اپنے اوزار لے کر تابوت کھولنے لگے جس کی لکڑی تیس برس بعد بھی بہت مضبوط تھی اور تابوت کو اس طرح بند کیا گیا تھا کہ کھولنا آسان نہ تھا۔ دیکھنے میں جوڑ کہیں نظر نہ آتا تھا اور پورے تابوت پر صرف مٹی کا رنگ دکھائی دیتا تھا لیکن جو لوگ یہاں تنے تھے عام لوگ نہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی کام کا ماہر تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر تابوت کھول لیا گیا۔ مارک نے دھڑکتے دل کے ساتھ تابوت کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈالی اس کے ساتھ ہی درجن بھر دوسری ٹارچوں کی روشنی پڑی اور ایک لمحے کیلئے وہاں ان سب کیلئے اپنی موجودگی کا احساس ختم ہو گیا۔ وہ سانس روکے پلکیں جھپکائے بغیر ایک ٹک اس ڈھانچے کو دیکھتے رہے جو تابوت کے اندر پیر پھیلائے تیس برس سے لیٹا تھا۔ اور مارک نے محسوس کیا کہ کوئی اس رات کی خاموشی میں زور زور سے ہنس رہا ہے۔ قہقہے لگا رہا ہے۔ مسلسل، طنز آمیز، تمسخر اڑاتی ہوئی مشتعل کر دینے والی ہنسی کی یہ صدا ہر طرف سے سنائی دے رہی تھی مارک نے ایک نگاہ مجسمے پر ڈالی تو اسے یوں لگا جیسے جو مسکراہٹ اب اس کے لبوں پر نظر آ رہی ہے پہلے نہیں تھی وہ پلٹ کر جیپ کی طرف چلنے لگا۔ "باسٹرڈ!" اس نے بوٹ کی ٹھوکر سے گرد اڑاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم تھا وہ زندہ ہے اور پیرس میں ہے۔ مگر وہ کون ہے آخر؟"

۱۷ دسمبر کو کارل وینک، والٹا اور انیٹونیو آسٹریا کے راستے فرانس میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے سفر کا بیشتر حصہ کاروں میں طے کیا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق انہیں جب بھی نئی کار ملتی تھی تو وہ پرانی کار کو اپنے شناختی کاغذات سمیت مقررہ مقام پر چھوڑ دیتے تھے اور نئی کار میں سفر شروع کرتے تھے جس کے اندر نئی تصدیق شدہ دستاویزات موجود ہوتی تھیں۔ پرانی کار کو ان کی نظروں کے سامنے ہی کوئی شخص چلا کر لے جاتا تھا اور وہ فقط اشاروں سے ایک دوسرے کو شناخت کر کے یہ اطمینان کر لیتے تھے کہ کار غلط ہاتھوں میں نہیں چلی گئی ہے۔

پہلے ان کا ارادہ اس ایک شخص کو ختم کرنے کا تھا جو مغربی جرمنی میں تھا۔ پھر انہوں نے فرانس کو ترجیح دی جہاں دو افراد موجود تھے اور تیسرے کا معاملہ واپسی کے سفر تک ملتوی کر دیا۔ اس طرح جب وہ مغربی جرمنی میں داخل ہوئے تو کچھ اور تھے ان کے پاس جو گاڑی تھی وہ بھی مختلف تھی۔ مغربی جرمنی سے آسٹریا پہنچ کر ان کی شخصیت اور کار پھر بدل گئی اور جب وہ فرانس پہنچے تو ان کے پاس ہر چیز فرانس کی تھی۔ شہریت بھی پاسپورٹ بھی کار بھی اور ذاتی استعمال کی اشیاء بھی۔

ایلین نے بھی فرانس پہنچنے کے لئے دو مرتبہ کار تبدیل کی تھی سفر کا کچھ حصہ ٹرین سے طے کیا تھا، دو جگہ لفٹ لی تھی اور انگلش چینل کو لانچ کے ذریعے عبور کر کے فرانس میں داخل ہوا تو ۱۰ دسمبر کی تاریخ تھی۔

اس روز پیرس کے ہوائی اڈے پر ایک معمولی سا واقعہ پیش آیا جہازوں کے اغوا اور حادثات کے اس دور میں اسے معمولی ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسرائیل کی سرکاری ایئر لائن کا ایک جہاز ایرپورٹ سے دو سو مسافروں

کو نے کر روانہ ہونے والا تھا کہ کسی عرب تنظیم آزادی کے رکن نے اس پر راکٹ سے حملہ کیا مگر عین وقت پر حفاظتی عملے کے ایک رکن نے اسے دیکھ لیا۔ اور اس پر فائر کیا۔ نشانہ خطا ہو گیا مگر وہ شخص بھاگ نکلا پولیس نے بعد میں اس راکٹ پر قبضہ کر لیا اور مارک کو اطلاع دی۔ فلورین کی ونگ میں صرف چھ دن باقی تھے اس پر ایک ناکام حملہ ناکام ہو چکا تھا چنانچہ یہ بات مارک کیلئے خاصی تشویش کا سبب بن گئی کہ ایئرپورٹ کی حدود میں حفاظتی انتظامات اس حد تک ناقص ہیں۔

مارک نے راکٹ کا معائنہ کیا۔ یہ زمین سے مار کرنے والا چھوٹا سا راکٹ تھا جو اپنی سمت حرارت سے متعین کرتا تھا۔ کسی بھی جہاز کے قریب پہنچ کر اس کا رخ خود بخود بدل جاتا تھا اور پھر جہاز کوئی بھی سمت اختیار کرے راکٹ اس کے انجنوں سے خارج ہونے والی حرارت کی لکیر پر سفر کرتا ہوا تعاقب جاری رکھتا تھا اور جہاز کے انجن میں گھس کر پھٹ جاتا تھا۔ مارک نے اس راکٹ کو اپنی تحویل میں رکھا اور ہدایات جاری کیں کہ حملہ آور کو گرفتار نہ کیا جائے۔ بلکہ اس سے پوشیدہ رہ کر اس کا پیچھا کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ کہاں کہاں جاتا ہے اور کس کس سے ملتا ہے۔

شام تک اسے اطلاع مل چکی تھی کہ اس شخص کا نام ابوبن نقیہ ہے اور وہ الجزائر کا باشندہ ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ کیا کسی اور کے اشارے پر نہیں کیا اور یہ کسی تنظیم کی سازش سے زیادہ انفرادی فعل نظر آتا ہے۔ مارک نے حکم دیا کہ چوبیس گھنٹے نگرانی جاری رکھی جائے اور اس شخص کو نکلنے کا موقع نہ دیا جائے اس کے ساتھ ہی اس نے ایئرپورٹ کے حفاظتی انتظامات کا از سر نو جائزہ لیا اور کچھ نئے اقدامات بھی تجویز کئے۔ اس کے باوجود اس کی پریشانی دور نہ ہوئی۔

لائن جویل کی عمر اب ۵۲ سال ہو چکی تھی۔ وہ ایک چھوٹی سی ٹیلی ویژن شاپ کا مالک تھا اور اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ اس کی بیوی شادی کے صرف ایک سال بعد مر گئی تھی اور اس نے دوسری شادی کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ زمانہ جو ٹائیگر کے ساتھ گزرا خواب و خیال ہو گیا تھا اور ٹائیگر کی موت کے بعد زندگی کے چند برس تو گمنامی میں خوف کے سائے میں گزر گئے تھے لیکن اب تیس سال بعد یہ خوف نہیں رہا تھا اور وہ پرانے دنوں کی باتیں کسی قصہ پارینہ کی طرح دہرانے لگا تھا۔ وہ ٹائیگر کا پیغام رساں تھا مگر اس کے ذہن میں ٹائیگر کی کوئی واضح صورت نہیں تھی کیونکہ پیغامات اسے تحریری طور پر ملتے تھے یا کسی اور شخص کی معرفت۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ ٹائیگر بذات خود اسے کوئی پیغام دینے آئے۔ وہ بیشتر وقت اپنے ٹرانسمیٹر کے سامنے ہیڈ فون چڑھائے۔ دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھا رہتا تھا کبھی اتفاق سے ٹائیگر خود آتا تھا تو اس کے آگے اس کا نقیب سپرد ہوتا تھا اور اس میں اتنی ہمت

نہیں تھی کہ وہ ٹائیگر کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پلٹ کر دیکھ لے چنانچہ اس کے ذہن میں ٹائیگر کی صورت سے زیادہ اس کی آواز تھی۔ پر اعتماد، پرسکون، پروقار۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر صاف الفاظ میں رک کے بغیر پیغام لکھواتا تھا اور لوٹ جاتا تھا۔

فرانس کے نئے صدر کی آواز پہلی بار سن کر وہ بری طرح لرز اٹھا تھا۔ یہ بالکل ٹائیگر کی آواز تھی۔ اس نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ٹائیگر کو مرے ہوئے زمانہ ہو گیا مگر جتنی بار اس نے فرانس کے صدر کی تقریر سنی اس کے لاشعور میں تیس برسوں کے نیچے دفن ایک آواز جیسے پھر سے زندہ ہو گئی۔ کئی بار اس نے ٹیلی ویژن سے نظریں ہٹا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور رخ دیوار کی طرف کر لیا تو اسے یوں لگا جیسے ٹائیگر عین اس کے پیچھے کھڑا ہوا ہے اور اس کی ہیبت کا پرانا احساس لوٹ آیا۔ لیکن آواز سے الگ ایک اور یاد تھی جو ذہن کے نہاں خانوں میں رہ گئی تھی اور اس کے نقش اتنے گہرے تھے کہ وقت کی گرد پڑ جانے کے باوجود وہ اب تک یہ بات فراموش نہ کر پایا تھا اور یہ تصویر ہنوز اس کے تصور میں موجود تھی۔ ٹائیگر کی تدفین کے وقت وہ خود موجود تھا اور ایک بات اسے بڑی عجیب لگی تھی کہ جو لوگ زندگی بھر ٹائیگر سے خائف رہے اس کی اطاعت کرتے رہے اور اس کے اشارے پر زندگی جیسی نعمت کو قربان کرنے کیلئے ہمیشہ کمربستہ رہے وہ اس کی موت کے بعد اس کے جنازے کو یوں اٹھا رہے تھے جیسے یہ کوئی انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ان کے چہرے پر رنج و ملال کا نشان تک نہ تھا اور میت کو انہوں نے کسی احترام کی بجائے اتنی عجلت اور لاپروائی سے قبر میں اتارا تھا جیسے تابوت میں اس آدمی کی لاش نہیں جس سے انہیں زندگی میں عقیدت تھی بلکہ کسی کتے کی لاش ہے۔ مر جانے کے بعد آدمی کی نیکی بدی کون یاد رکھتا ہے اور وہ لمحہ جب اسے تہہ خاک دفن کیا جاتا ہے اس کے بدترین دشمنوں کیلئے بھی مغفرت کی دعا ان کے لبوں پر آ جاتا ہے اور اس جذباتی وقت میں کسی کا رویہ وہ نہیں ہوتا جو ٹائیگر کا تابوت اٹھا کر لانے والے چار افراد کا تھا۔ بعد میں اسے خیال آتا تھا کہ وہ خود اس وقت کتنا ملول اور افسردہ تھا۔ پھر کیا بات تھی کہ ان چار افراد کے چہرے عقیدت و احترام کے جذبے سے محروم تھے؟

فلورین کی آواز سننے کے بعد یہ سوال اکثر اس کے ذہن میں سر اٹھاتا تھا کہ کہیں وہ تابوت خالی تو نہ تھا؟ کیا یہ بات ان چاروں افراد کے علم میں تھی؟ اور کیا اس کے فوراً بعد ان چاروں کا مارا جانا اسی حقیقت سے باخبر ہونے کے جرم کی سزا نہیں تھی؟ ایک ایک کر کے وہ سب مارے گئے تھے جو ٹائیگر کی زندگی یا موت کے گواہ بن سکتے تھے مثلاً تدفین کا انتظام کرنے والا اور وہ جس نے مجسمہ بنا کر ٹائیگر کی قبر پر نصب کیا تھا۔

اس نے ابھی ابھی فلورین کی تقریر سنی تھی اور ہمیشہ کی طرح اپنے خیالات اور تصورات میں گم ہو گیا تھا۔ تقریر ختم ہو چکی تھی اور اب ٹی وی پر کوئی فضول

سا پروگرام چل رہا تھا۔ اس نے ٹی وی بند کیا۔ کھڑکی سے سرد ہوا اندر آرہی تھی شاید بارش شروع ہونے والی ہے۔ اس نے یہ محسوس کرتے ہوئے باہر جھانک کر دیکھا۔ آسمان پر بادل گھرے ہوتے جا رہے تھے۔ اچانک اس کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو عین اس کے دروازے سے لگا کھڑا تھا۔ تاریکی میں ہونے کے باعث اس کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے وہ وہاں چھپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ دروازے کے عین سامنے سیاہ رنگ کی ایک سٹراؤن ڈی ایس ۲۰ کھڑی تھی۔ ایک شخص ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا تھا اور دو بونٹ کھولے انجن کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے انجن بند کیا اور کار روانہ ہو گئی۔ دروازے سے لگے ہوئے شخص نے ایک ہچکی لی اور لڑکھڑاتے قدموں سے واپس چل پڑا۔ شرابی۔ لاتن جوئیل نے نفرت سے سوچا اور کھڑکی بند کر دی۔

ایلین نے اپنا سامان ہوٹل ہورائزن کے ایک کمرے میں رکھا اور باہر نکل آیا۔ اس چھوٹے سے قصبے میں تین ہی ہوٹل تھے اور یہ ان سب میں بہتر تھا کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے ڈائریکٹری اٹھائی اور لاتن جوئیل کا نمبر تلاش کیا۔ نمبر کے سامنے دو پتے درج تھے۔ ایک وہ جو کرنل ریٹ نے دیا تھا۔ دوسرا ایک تیلی وژن شاپ کا۔ اس نے دوکان کا نمبر ملایا مگر کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا تو وہ سمجھ گیا کہ دوکان بند ہو چکی ہے اور وہ فلیٹ تلاش کرنے روانہ ہو گیا۔ لاتن جوئیل کا فلیٹ ایک عمارت کی دوسری منزل پر تھا۔ مگر دروازہ مقفل تھا۔ وہ واپس لوٹنے ہی کو تھا کہ ساتھ والے فلیٹ میں سے ایک لڑکی نے جھانکا اور بڑے بے باک طریقے سے مسکرائی ”ہیلو!“ اس نے کھڑکی میں سے آدھا دھڑ باہر نکال کر کہا۔ اس آدھے دھڑ سے بقیہ آدھے دھڑ کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ ”مسٹر جوئیل آج رات کو گھر نہیں آئیں گے“ وہ بولی۔

”تھینک یو“ ایلین نے کہا اور سیڑھیاں اترنے کیلئے مڑا ”میں پھر آجاؤنگا“

”اگر تم چاہو تو صبح تک یہاں بھی انتظار کر سکتے ہو“ وہ بولی اور ایلین نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کا جسم کھڑکی سے اتنا ہی باہر تھا جتنا اس کے لباس سے ”میرا نام ہیلن کارٹس ہے اور میں اکیلی رہتی ہوں“ لڑکی نے اطلاع دینے کے انداز میں کہا۔

”میرا نام ژین بوؤے ہے اور میں تنہا رہنے کا عادی ہوں“ ایلین مسکرایا اور سیڑھیاں اتر گیا جب اس نے کھڑکی کے زور سے بند ہونے کی آواز سنی تو وہ پھر مسکرایا۔ وہ لفافہ دیکھ خط کا مضمون بھانپ لینے والا شخص تھا مگر اس نے دعوتِ کاروبار شوق کو مسترد کر دیا تھا۔

اوپر ہیلن کارٹس نے قد آدم آئینے کے سامنے اپنے سراپا کا جائزہ لیا۔ اس ایک دن میں اسے ٹھکرا کر چلا جانے والا یہ دوسرا شخص تھا۔ کیا واقعی اب کسی کے لئے میرے وجود میں کشش کا کوئی سامان نہیں رہا۔ یہ سوال تو اسے ہمیشہ پریشان کرتا تھا کہ جس دن اسے کوئی مجبوری کے تحت قبول کرنے والا بھی نہ رہا تو اس کی اپنی مجبوریوں کا کیا ہوگا۔ وقت کا یہ لمحہ بھی اپنی قیمت لے رہا تھا مگر اس کے حسن و شباب سے خراج بھی وصول کر رہا تھا قدر زر کی طرح ہر لمحے کی قیمت بھی گرتی جا رہی تھی اور خراج کے بوجھ میں اضافہ ہو رہا تھا۔ نہیں۔ اس نے آئینے سے کہا۔ وہ وقت بہت دور ہے۔ اس بوڑھے منحوس کے ملاقاتی بھی اسی کی طرح تھے قدر ناشناس کنجوس اور بے مروت۔ ورنہ ان کی عمر تو اتنی نہ تھی کہ وہ اس جیسی ہستی کا دعوت نامہ اس کے سامنے پھینک کر چلے جاتے۔ خصوصاً وہ پہلے والا۔ اس کی عمر تو مشکل سے اٹھائیس تیس برس ہوگی۔ مگر خیر۔ اس نے یہ تو کہا تھا کہ وہ پھر آئے گا۔ آج کی رات نہ سہی کوئی اور رات سہی۔ مگر یہ دوسرا تو۔ ہونہہ۔

رات ساڑھے آٹھ بجے اس نے پھر اپنے ہمسائے کی کال بیل سنی اور پھر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو دروازے کے سامنے وہی کھڑا تھا جس نے کہا تھا کہ وہ تنہا زندگی گزارنے کا عادی ہے۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا

”غالباً مسٹر جوئیل نے کہیں اور رات بسر کرنے کی جائے واپس آجانا بہتر سمجھا ہے“ وہ بولا ”آدمی کو رات اپنے ہی گھر کی چھت کے نیچے بسر کرنا چاہئے“

ہیلن نے کھڑکی بند کرنے سے پہلے وہ بات کہی جس کی اسے توقع تھی اور ایلین ہنس پڑا۔ دوسری بار کال بیل دباتے ہی دروازہ کھل گیا۔

”معاف کیجئے گا میں باتھ روم میں تھا“ جوئیل نے کہا اور اس اجنبی کی صورت کو غور سے دیکھا۔ اسے یہ صورت آشنا لگی۔ پھر وہ اسے پہچان گیا۔

”میں ژین بوؤے ہوں“ ایلین نے کہا ”آپ سے مائیکر کے بارے میں چند باتیں کرنے آیا ہوں“ جوئیل کا چہرہ خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”پریشانی کی کوئی بات نہیں مائیکر کی تو اب ہڈیاں بھی گل گئی ہوں گی“ ایلین نے کہا ”اور ہم آپ کو معقول معاوضہ بھی ادا کریں گے“

”کتنا معقول؟“ جوئیل نے سوچتے ہوئے کہا اور دروازے سے ہٹ گیا۔

”دو ہزار فرانک“ ایلین نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا ”اور اگر آپ چاہیں گے تو آپ کا نام بھی صیغہ راز میں رکھا جائے گا۔ ہم صرف یہ لکھ دیں گے کہ یہ باتیں مائیکر کے ایک پرانے ساتھی نے انٹرویو میں بتائیں“

جوئیل نے سر ہلایا۔ معاوضہ یقیناً معقول تھا مگر اس سے کہیں زیادہ معقول اس رپورٹر کی یہ یقین دہانی تھی کہ اس کا نام شائع نہیں کیا جائیگا۔ اس نے ایلین کو بیٹھنے کیلئے کہا اور خود کافی بنانے چلا گیا۔ مجھے خوامخواہ یہ شبہہ ہو رہا تھا کہ یہ وہی شرابی ہے جو رات دروازے سے

لگاکرتا تھا۔ اس نے سوچا۔ دراصل میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں نہ مجھے صحیح دکھائی دیتا ہے نہ صحیح سنائی دیتا ہے۔ فرانس کے صدر کی آواز ٹائیگر کی آواز لگتی ہے جسے مرے ہوئے چوتھائی صدی سے بھی زیادہ زمانہ ہوگیا۔ اس نے افسوس سے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

ایک گھنٹے بعد ایلن نے دو ہزار فرانک اس کے سامنے رکھے اور اسے ایک بار پھر یقین دلایا کہ انٹرویو میں اس کا نام کہیں نہیں آئے گا۔ جب وہ نیچے اتر رہا تھا تو اس کے ذہن میں لائن جوئیل کی صرف دو باتیں تھیں ایک تو تدفین کرنے کے رویّے کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ کسی بھی شخص کو جو اتنی اہم حیثیت کا مالک ہو اور جس نے ذہنی طور پر تدفین کرنے والوں کو محکوم رکھا ہو اتنی بے حسی کے ساتھ سپردخاک نہیں کیا جاتا۔ دوسری بات زیادہ حیرت انگیز تھی اس نے کہا تھا کہ وہ ٹائیگر کو صورت سے تو نہیں پہچان سکتا مگر وہ اس کی آواز کو فراموش نہیں کرسکتا۔ یہ آواز ہوبہو وہی تھی جو اب فرانس کے صدر فلورین کی آواز ہے۔ ایلن اپنے خیالات میں اتنا محو تھا کہ اوپر آنے والا ایک شخص اس سے ٹکرا گیا اس کی عینک نیچے گر گئی اور اگر ایلن نے اسے سنبھالا نہ ہوتا تو وہ خود بھی نیچے جا گرتا کیونکہ وہ کوئی بوڑھا سا آدمی تھا۔ کمرخمیدہ اور عمر رسیدہ۔ ڈھیلے ڈھالے پرانے وضع کے کپڑے پہنے ہوئے اور خود کو سردی سے بچانے کے لئے منہ اور گردن پر مفلر لپیٹے ہوئے۔

"کون اندھا ہے؟" وہ کانپتے ہوئے بولا اور اندھوں کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگا۔ ایلن نے اس کی گول موٹے شیشوں والی پرانی عینک اٹھا کر اسے دی اور اس سے پوچھا کہ اسے چوٹ تو نہیں آئی۔ بوڑھے نے عینک کو اپنے چہرے پر فٹ کیا اور بڑبڑاتا ہوا اوپر چل پڑا۔ ایلن نیچے اتر گیا۔

لائن جوئیل کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی بجانے سے پہلے انیٹونیو نے مفلر ہٹایا اور عینک اتار کر اس شخص کو دیکھا جو اب نیچے اتر کر گلی میں غائب ہو چکا تھا۔ یہ وہ کوئی برطانوی لگتا تھا۔ شاید اس فاحشہ کا کوئی یار ہوگا۔ اس نے کال بیل دباتے ہوئے سوچا۔ اطمینان اسے اپنے حلیے اور اپنی اداکاری پر تھا جس کے باعث وہ شخص تیس برس کے نوجوان کو پچاس برس کا بوڑھا سمجھا۔ اگر ذرا بھی شبہے کی بات ہوتی تو اس اجنبی کے رویے سے ضرور معلوم ہوجاتی۔

لائن جوئیل کے گھر کے بالکل سامنے رہنے والے پولیس مین نے اپنی ڈائری میں لکھا: "ہیلن کا کوئی آشنا ساڑھے پانچ بجے آیا اور ساڑھے سات بجے گیا۔ ایک بوڑھا ساڑھے سات بجے اندر گیا اور آٹھ بجے واپس چلا گیا۔"

کرسمس میں چند دن رہ گئے تھے اور لائن جوئیل نے ہیلن سے کہا تھا کہ وہ کسی وقت آکے اس کے فلیٹ سجانے میں تھوڑی سی مدد کر دے تو وہ اسے محنت کا معاوضہ ادا کر دے گا کیونکہ وہ بوڑھا آدمی ہے دیواروں اور چھت پر رنگین کاغذ کی آرائشی چیزیں لٹکانے کے لئے بار بار چڑھنا اترنا اور سیڑھی کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لگانا اس کے بس کی بات نہیں۔

کیوں نہ وہ معاوضہ طے کرے ہیلن نے سوچا اور معاوضہ معقول ہو تو آج ہی سے کام شروع کر دے۔ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہرحال بہتر ہے۔

دروازہ کھلا دیکھ کر وہ سیدھی اندر چلی گئی "مسٹر جوئیل!" اس نے پکار کر کہا۔ کوئی جواب نہ پاکر وہ آگے بڑھی میز پر دو ہزار فرانک کے نوٹ پڑے ہوئے تھے اور غسل خانے میں مسٹر جوئیل کی لاش چھت سے لٹک رہی تھی۔ ایک چیخ مار کر وہ الٹے پاؤں بھاگی اور کانپتے ہاتھوں سے پولیس کا نمبر ملایا۔ پولیس کے آنے تک وہ دروازے سے باہر کھڑی رہی دو ہزار فرانک کا خیال اسے سائرن کی آواز سننے کے بعد آیا۔ اس نے سارے نوٹ جلدی سے اپنے بلاؤز میں ڈالے اور پھر باہر آگئی۔ پولیس والے اب اوپر آ رہے تھے۔

انہوں نے اپنا سامان ہوٹل ہورائزن سے اٹھایا اور باہر کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی کار میں رکھ دیا جو کارل نے کرائے پر حاصل کی تھی۔ ہوٹل کا انتخاب بھی اسی نے کیا تھا اور کار کا بھی اور وہ سب اس انتخاب سے مطمئن بھی تھے۔ کیونکہ وہ باقی دو ہوٹل اتنے اچھے نہ تھے اور کار بھی وہ تھی جو سب سے زیادہ عام تھی۔ لائن جوئیل سے نمٹنے کے بعد انیٹونیو کا خیال تھا کہ انہیں کار بھی بدل لینی چاہیے۔ ہوٹل میں انہیں نام سے کوئی تلاش نہیں کرسکتا تھا لیکن کار کے رجسٹریشن نمبر سے گڑبڑ ہوسکتی تھی مگر کارل نے وقت کی کمی کے باعث اس احتیاط کو غیر ضروری سمجھا۔ اس کا خیال تھا کہ لائن جوئیل کی خودکشی سے کسی کو ان پر کیسے شک ہوسکتا ہے۔

خودکشی کی پوری خبر انہوں نے اخبار میں پڑھ لی تھی اور انہیں معلوم تھا کہ پولیس کو جوئیل کی موت پر قتل کا ذرا بھی شبہ نہیں۔ خودکشی کے اسباب واضح تھے۔ وہ بوڑھا آدمی تھا بیمار رہتا تھا تنہا تھا۔ کیونکہ بیوی شادی کے پہلے سال ہی مر گئی تھی۔ کوئی اولاد چھوڑے بغیر۔ اور ایسے لوگ خودکشی کرلیں تو تعجب کی کونسی بات ہے کیونکہ زندگی میں ان کی دلچسپی کا کوئی سامان ہی نہیں ہوتا۔

"رابرٹ فلپ تنہا رہتا ہے یا بیوی بچوں کے ساتھ۔؟" انیٹونیو نے پوچھا۔

"یہ تو جا کر دیکھنا پڑے گا۔" والٹر نے ڈرائیونگ سیٹ پر سے جواب دیا اور نگاہ سڑک پر رکھی ہر مشن کا بنیادی احتیاطی تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور کوئی ایسا واقعہ نہ ہو کہ پولیس سے واسطہ پڑے۔

"رابرٹ فلپ کو پھانسی نہیں دی جاسکتی۔" انیٹونیو نے کہا۔ "اس کی موت کار کے حادثے میں ہونی چاہیے۔"

"یس۔" والٹر نے کہا۔ "خودکشی کی ایک جیسی دو وارداتوں سے تفتیش شروع ہوسکتی ہے۔"

"کیوں؟" کارل نے پچھلی سیٹ پر سے کہا۔ "کیا آج تک ایک

دن میں دو افراد نے خودکشی نہیں کی؟"

"آخر تمہاری تربیت کس دن کام آئے گی" انیتھونیو نے جھلا کر کہا "تین ہفتے تک بڑی دلیری سے ڈمی کو کچلتے رہے اب آدمی کو ملنا مشکل نظر آتا ہے؟"

"شٹ اپ!" کارل نے کہا "بات موقع کی ہے۔ اگر وہ ہفتہ بھر تک کسی سڑک پر نہ ملا تو کیا ہم انتظار کرتے رہیں گے؟ ہمارے پاس صرف تین دن ہیں اور ہمیں ڈاٹر دہل کو ٹھکانے لگانے مغربی جرمنی بھی جانا ہے۔"

کار برسٹل ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوئی اور انہوں نے الگ الگ ناموں سے الگ الگ کمرے حاصل کئے۔ پھر وہ پروگرام کے مطابق باہر گئے اور کھانا کھانے کیلئے ایک قریبی ریسٹورنٹ میں بیٹھ گئے۔

"رابرٹ فلپ کا گھر ہمارے ہوٹل سے بہت قریب ہونا چاہیئے۔" والٹر نے کہا۔

"میں نے اپنے کمرے میں جا کر نقشہ دیکھا تھا۔"

"سوال صرف یہ ہے کہ وہ اکیلا رہتا ہے یا نہیں؟ ہم اس کے سارے خاندان کو تو قتل نہیں کر سکتے۔" کارل نے کہا۔

۹

رابرٹ فلپ تیس برس پہلے ٹائیگر کا دستِ راست تھا اور تحریک کیلئے اسلحہ کی فراہمی اسی کے سپرد تھی یہ کام مشکل اور خطرناک تھا مگر فلپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ وہ مختلف ذرائع سے اسلحہ حاصل کرتا تھا جو دس ملکوں کے دس راستوں سے گزرتا تھا ہر راستے پر دس جگہ چیک ہوتا تھا مگر منزل تک پہنچ جاتا تھا۔ فلپ کہیں پیسہ استعمال کرتا تھا کہیں ذاتی تعلقات اور کہیں سیاسی اثر رسوخ۔ ٹائیگر کی موت کے بعد جب تحریک ختم ہو گئی اور اسے کچھ عرصہ گمنامی میں بسر کرنا پڑا تو اسے کوئی پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ وہ دور اندیش آدمی تھا اور اس نے مستقبل کیلئے اتنا پس انداز کر لیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کہیں بھی کام کئے بغیر گزار سکتا تھا۔ چند برس بعد اس نے پرانے تعلقات کو بروئے کار لاتے ہوئے پھر پرانا کام شروع کیا۔ ذرائع وہی تھے۔ مگر طلبگار زیادہ ہو گئے تھے چنانچہ وہ کیوبا میں کاسترو کو اور قبرص میں ترکوں کو اور عراق میں کرد باغیوں کو اسلحہ فراہم کرتا رہا۔ پھر جنوبی افریقہ کی بہت سی ریاستوں میں خانہ جنگی اور نسل پرست حکومتوں کے خلاف بغاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور فلپ کو اسلحے کی منہ مانگی قیمت ملنے لگی لیکن اس نے قیمت کے مقابلے میں تحفظ کو زیادہ اہمیت دی اور ہمیشہ اس خریدار کا انتخاب کیا جس تک رسائی آسان ہو۔ اس نے شادی بھی کی تھی مگر اس کی بیوی اس کے مزاج کو نہ سمجھ پائی اور خود اس نے بھی محسوس کیا کہ وہ ازدواجی زندگی کا پابند ہو کر نہیں رہ سکتا۔ اس کیلئے گھر کی چار دیواری کا تصور قید خانے کی طرح تھا اور زندگی بھر بم بارود کے کاروبار میں مصروف رہنے کے بعد وہ محبت بھرے ڈائیلاگ بولنے اور بچوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے فرصت نکالنے کا اہل ہی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اس نے بیوی کو اپنی زندگی کے خطرات سے دور کر دیا۔ وہ اب پیرس میں رہتی تھی۔ بینک سے ماہانہ بندھی رقم اس کے پاس پہنچ جاتی تھی جو اس کی ضروریات کیلئے کافی تھی۔ اب تو کئی برس سے اس نے بیوی کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی اور اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے۔ وہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ بینک سے رقم برابر اسے پہنچ رہی ہے کیونکہ اس نے کبھی حسابات کو چیک نہیں کیا تھا۔ وہ بس بار بیلنس پر نظر ڈال کر مطمئن ہو جاتا تھا جس میں رقم برابر بڑھ رہی تھی۔ اور اسکی بقیہ زندگی کی ضروریات کے لئے بہت تھی۔ عورت کو بھی وہ ضروریات زندگی کی طرح خریدتا تھا مگر اپنی زندگی پر مسلط نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس کی زندگی میں آنے جانے والی عورتوں کے قیام کی مدت ایک شب سے ایک ہفتے تک ہی تھی۔ ایک ہفتے سے زیادہ اس نے کسی کو نہیں رکنے دیا تھا "اس کے بعد وہ خود کو گھر کی مالکن اور مرد کو اپنا غلام سمجھنے لگتی ہیں۔" یہ اس کا پرانا مقولہ تھا جس پر وہ سختی سے کاربند تھا۔

۱۰

والٹر نے صبح ساڑھے دس بجے ایک عورت کو اس کے فلیٹ سے برآمد ہوتے دیکھا۔ کچھ دیر بعد فلپ بھی باہر نکلا اور اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا۔ والٹر نے اندازہ لگایا کہ وہ عورت اس کی بیوی نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ بیوی ہوتی تو فلپ کے ساتھ ہی جاتی۔ جب اس نے فلپ کے فلیٹ کا تالا کھول کر تلاشی لی تو اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ فلیٹ میں عورت کے وجود کی علامات برائے نام تھیں۔ الماری میں صرف مردانہ جوڑے تھے ڈریسنگ ٹیبل پر زنانہ استعمال کا کوئی سامان نہ تھا جوتوں کی قطار میں ایک بھی زنانہ جوتا نہیں تھا۔ صرف بستر پر ایک زنانہ لباس شب خوابی پڑا تھا جو یقیناً ہر مہمان کے کام آتا تھا ورنہ مہمان جو کپڑے پہن کر آتے تھے وہی کپڑے پہن کر جاتے تھے۔ اپنی معلومات سے مطمئن ہو کر اس نے فلیٹ کو پھر مقفل کیا اور لوٹ آیا۔ کارل کی بات درست ثابت ہو رہی تھی۔ فلپ پیدل چلتا ہی نہ تھا کہ اس پر سے کار گزاری جائے اور وقت کم تھا۔ اسے کار سے کچل کر ہلاک کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔

۱۱

رات ساڑھے آٹھ بجے انیتھونیو نے فلپ کے گھر کے دروازے پر لگی ہوئی کال بیل بجائی۔ والٹر نے اسے مطلع کیا تھا کہ صبح اس نے جس عورت کو جاتے دیکھا تھا وہ لوٹ کر نہیں آئی ہے کیونکہ فلپ اکیلا واپس آیا تھا۔ اور شام چھ بجے کے بعد سے گھر میں ہی تھا۔ احتیاطی انہوں نے والٹر کو اس راستے پر کھڑا کر دیا تھا جدھر سے وہ عورت آ سکتی تھی۔ فلپ کے گھر کو آنے والا واحد راستہ ایک چھوٹی سی ندی پر سے گزرتا تھا اور والٹر اسی ندی کے پل پر کھڑا تھا۔ پل کے نیچے آہنی

دروازے تھے جو پانی کو روکتے تھے اور پانی دائیں اور بائیں جانب کے کناروں سے نکالی جانے والی نہروں میں تقسیم ہو جاتا تھا جب ندی میں پانی زیادہ ہوتا تھا تو دروازے حسب ضرورت کھول دیئے جاتے تھے اور اس وقت سارے دروازے آدھے آدھے کھلے ہوئے تھے پانی دروازوں سے ٹکراتا جھاگ اڑاتا گرجتا ان کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے کارل نے اپنی گھڑی دیکھی اور فلپ کے گھر کے عقبی راستے سے اندر کود گیا۔ عین اسی وقت والٹر نے بھی اپنی گھڑی دیکھی اور وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ اس کی نگاہ ایک عورت پر جم گئی جیسے جیسے وہ عورت قریب آتی گئی والٹر کا شک یقین میں بدلتا گیا۔ یہ وہی عورت تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پل پر اور بھی لوگ کھڑے تھے اور پل کے نیچے سے گزرنے والے پانی کو دیکھ رہے تھے مگر وہ پل کے ایک ستون کی اوٹ میں تھا۔ ستون کی چوڑائی ایک فٹ سے زیادہ نہ تھی اور ایسے ہر ستون کے اوپر ایک لائٹ نصب تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس عورت کا راستہ کیسے روکے۔ بات صرف ایک سیکنڈ کی تھی مگر یہ ایک سیکنڈ فیصلہ کن بھی ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے یہ جوا کھیلنے کا فیصلہ کیا اور اطمینان سے ریلنگ پر جھک کر سگریٹ پینے لگا مگر اس کے کان عورت کے قدموں کی آواز پر تھے۔ بالکل صحیح وقت پر وہ اچانک پلٹا اور عورت کو اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کھینچ لیا۔ عورت کے حلق سے کوئی آواز تک نہ نکل سکی اور والٹر نے اسے ریلنگ کے ساتھ لگا دیا وہ خود اس کے پیچھے یوں کھڑا ہو گیا کہ عورت کا وجود اس کے پیچھے چھپ گیا اور عورت اس کے اور ریلنگ کے درمیان اس طرح قید ہو گئی کہ والٹر نے دوسرے ہاتھ سے اس کا گلا دبا لیا۔ دو منٹ بعد عورت کا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور والٹر نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس عرصے میں کوئی بھی اس کے قریب سے نہیں گزرا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے عورت کے بے ہوش جسم کو نیچے پھینک دیا۔ نظارہ کرنے والے اپنی اپنی نگاہیں نیچے ابلتے ہوئے پانی پر جمائے کھڑے تھے۔ اس شور میں اگر کوئی چیخ بھی بلند ہوتی تو سنائی نہ دیتی۔ تیس فٹ کی بلندی سے عورت کا جسم تین سیکنڈ میں نیچے پہنچا اور پانی سے ٹکرایا۔ پانی نے پوری قوت سے اسے لوہے کے دروازے پر مارا اور پھر نیچے سے گزار کر لے گیا۔ جو صرف تین سیکنڈ کا تھا مگر اس عرصے میں کوئی نگاہ ادھر نہ اٹھی۔ والٹر نے سگریٹ کو انگلی اور انگوٹھے سے پانی میں اچھالا اور فلپ کے گھر کی طرف چل پڑا۔

اس وقت تک انیٹونیو اور کارل فلپ کو ٹھکانے لگا چکے تھے۔ انہوں نے فلپ کو بے ہوش کرنے کے بعد اس کے کپڑے اتار دیئے تھے اور باتھ روم میں پانی کا ٹب بھر کے فلپ کا سر ٹب کے کنارے پر مارا تھا۔ اور فلپ کو پانی میں ڈبو دیا تھا پانی میں صابن بھی پڑا تھا۔ ٹب کے قریب ایک میز پر فلپ کی آدھی پی ہوئی سگریٹ ایش ٹرے میں رکھی تھی اور اس کے کپڑے پڑے تھے چنانچہ یہ بظاہر حادثاتی موت تھی۔ نہاتے ہوئے اس کا پیر صابن پر سے پھسلا اور وہ گرا تو اس کا سر ٹب سے ٹکرایا اور وہ بے ہوش ہو کر ٹب میں گر پڑا۔ پانی کا نل کھلا چھوڑ کر وہ باہر نکل آئے۔

ان تین افراد میں سے جو ٹائیگر کو شناخت کر سکتے تھے دو کا مارا جانا ایسی بات نہ تھی جو مارک کا ذہن آسانی سے قبول کر لیتا۔ گو حالات کی گواہی یہی تھی کہ پہلے شخص نے خودکشی کی اور دوسرا ایک حادثے کا شکار ہوا۔ مگر کسی بھی موت کو خودکشی یا حادثہ بنا دینا کسی تربیت یافتہ اور پیشہ ور قاتل کے لئے دشوار نہیں ہوتا اور وہ اس اتفاق کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تینوں جو گزشتہ تیس سال سے اپنی اپنی زندگی معمول کے مطابق گزار رہے تھے عین اس وقت موت کا شکار ہو جائیں جب ان کا نام کسی مقصد کے لئے ایک ساتھ آنے لگے۔ یہ بات عام لوگوں کے علم میں نہیں تھی مگر چند افراد یہ اندازہ ضرور کر سکتے تھے کہ بہانہ کچھ بھی ہو مگر تیسرا شخص بھی زندہ رہے گا۔ آندرے نے لائن جوئیل کی خودکشی کے بعد جو معلومات حاصل کی تھیں وہ ہیلن کارٹس کے بیان پر مبنی تھیں جس نے لائن جوئیل سے ملنے کے لئے آنے والوں کو دیکھا تھا اور ان سے بات بھی کی تھی۔ اس کے بیان کی تصدیق لائن جوئیل کے سامنے رہنے والے پولیس مین کی ڈائری سے بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ مارک اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ لائن جوئیل سے ملاقات کے لئے آنے والے دونوں افراد میں سے ایک نے اسے قتل کیا مگر قتل کا کوئی سراغ نہیں چھوڑا اور اسے خودکشی کی واردات بنا دیا۔ رابرٹ فلپ کی حادثاتی موت کی تحقیقات کرنے والے پولیس آفیسر نے مارک کے لئے مزید معلومات فراہم کیں۔ اس نے بتایا کہ فلپ کے گھر کے سامنے نیلے رنگ کی ایک سیڈان کار کھڑی رہی تھی بظاہر اسے دو افراد ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے اور تیسرا کار کے اندر بیٹھا تھا لیکن پڑوس کی ایک عورت نے اپنے گھر کی کھڑکی سے دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں تھی اور وہ محض فلپ کے گھر کے دروازے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ وہ عورت بہت دیر تک انہیں دیکھتی رہی مگر انہوں نے انجن کے کسی پرزے کو نہیں چھیڑا اور بونٹ کے اندر سر ڈالے فلپ کے گھر کی طرف دیکھتے رہے۔ فلپ کے آ جانے کے بعد انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہو گئے۔ گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا گیا تھا۔ مگر وہ کار کرائے پر لی گئی تھی اور پولیس کے پہنچنے سے آدھے گھنٹے پہلے واپس کر دی گئی تھی۔ کار لے جانے والے نے اپنا نام غلط لکھایا تھا۔ مگر وہ جس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا اس کا پتہ موجود تھا۔ پولیس جب ہوٹل پہنچی تو وہ شخص ہوٹل سے بھی رخصت ہو چکا تھا اور منیجر نے

بتایا کہ اس کے ساتھ ہی دو اور افراد نے بھی اپنا کمرہ خالی کر دیا تھا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ تینوں ایک ہی دن اور تقریباً ایک ہی وقت میں آئے بھی تھے لیکن انہوں نے کمرے الگ الگ رکھے تھے۔ ہوٹل کے منیجر نے اُن کا جو حلیہ بیان کیا وہ اس حلیے سے بہت ملتا تھا جو رابرٹ فلپ کے پڑوس میں رہنے والی عورت نے بیان کیا تھا اور کار ایجنسی کے مالک نے بیان کیا تھا۔ ہوٹل میں اُن کے نام اور پاسپورٹ نمبر درج تھے مگر ان تفصیلات کے درست ہونے کا کوئی سوال نہ تھا۔ تاہم ایئرپورٹ، ریلوے اسٹیشن اور بندرگاہ کے علاوہ ہر سرحدی چوکی پر نگرانی کو زیادہ سخت کر دیا۔

مگر اس نام اور پاسپورٹ نمبر کا سُراغ ملنے کا اب کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ کارل وینک، والٹر اور انیٹونیو نے مغربی جرمنی جانے کے لیے نئے پاسپورٹ استعمال کیے تھے جن پر ان کے نام بھی نئے تھے۔ اِس سے پہلے وہ دو مرتبہ اپنے پُرانے ناموں والے پاسپورٹ وغیرہ جلا چکے تھے۔ مشن پر روانگی سے قبل ہر ایک کو شناختی کاغذات کے تین تین سیٹ دیئے گئے تھے۔ پہلے سیٹ میں اُن کی تصویریں داڑھی کے ساتھ تھیں، دوسرے سیٹ میں صرف مونچھیں رہ گئی تھیں اور تیسرے سیٹ کو استعمال کرنے کے لیے مغربی جرمنی جاتے ہوئے انہوں نے مونچھیں بھی صاف کر دی تھیں۔ ان کے پاس اب ایک سیاہ رنگ کی مرسیڈیز تھی جو انہوں نے ایک اور ایجنسی سے کرائے پر لی تھی۔

مارک کی طرح ایلن کو بھی یقین تھا کہ لائن جوئیل اور رابرٹ فلپ کو مارنے والے اب ڈائزدہل کو ٹھکانے لگائیں گے چنانچہ اُس نے کوشش کی کہ جلد از جلد ڈائزدہل سے رابطہ قائم کرے۔ ۲۱ دسمبر کو اس نے بھی ایک سیاہ رنگ کی مرسیڈیز میں فرانس کی سرحد کو عبور کیا۔ اس وقت تک مارک نے مغربی جرمنی کے چانسلر کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اور ڈائزدہل کے مکان کے گرد سادہ کپڑوں میں مسلح پولیس متعین تھی۔ ان کی مدد کے لیے ملٹری اور پولیس کی متعدد جیپیں ایک محدود علاقے میں گشت کر رہی تھیں اور ان کا وائرلیس پر رابطہ قائم تھا۔ ڈائزدہل کے گھر کی طرف آنے والی ہر سڑک پر نگرانی کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے تھے اور سڑکوں پر سے گزرنے والی ہر گاڑی کے بارے میں تفصیلی رپورٹ ارسال کی جا رہی تھی۔

"ڈائزدہل کے بارے میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔" کارل نے کہا۔ "وہ شہر سے باہر رہتا ہے اور اس وقت اکیلا ہوگا۔ تم کار میں میرا انتظار کرنا۔ میں پانچ منٹ کے اندر اندر اسے ٹھکانے لگا آؤں گا۔"

"اگر ہم اپنے پروگرام میں تبدیلی نہ کرتے تو بہتر تھا۔" والٹر نے کہا۔

"ہمارا کام صرف تعمیل کرنا ہے۔" کارل نے تلخی سے کہا۔ "حکم دینے والے صرف حکم دینا جانتے ہیں انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ہمارے لیے کیا ممکن ہے اور کیا ممکن نہیں۔"

"اگر یہ عورت اپنی ڈیوڈ اندھی ہے تو اسے قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" انیٹونیو نے کہا۔ "پھر یہ فیصلہ اتنی تاخیر سے کیوں کیا گیا؟ کیا کسی کو یہ احساس نہیں کہ ہمیں ہر قدم پر احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"احتیاط کے تقاضے اتنے کم وقت میں پورے نہیں کیے جا سکتے۔ ہمیں کل تک اپنی ڈیوٹی کو بھی ختم کرنا ہے۔" والٹر نے

بحریہ کا ایک جونیئر افسر ملازمت چھوڑنا چاہتا تھا لہٰذا ایک دن وہ نہایت مسکین شکل بنائے میڈیکل آفیسر کے پاس پہنچا۔ "ڈاکٹر صاحب۔ ذرا میری ٹانگوں کا معائنہ کریں۔ ایک ٹانگ دوسری ٹانگ سے چھوٹی ہے۔" اس نے کہا۔
"تشویش کی بات نہیں۔ جس راستے پر تم چل رہے ہو اس پر گڑھے بہت ہیں۔" میڈیکل آفیسر نے اطمینان سے جواب دیا۔

کہا۔
"کارل کیا تم نے مشن پر روانہ ہونے سے پہلے یہ سوچا تھا کہ تم خودکشی کرنے جا رہے ہو؟" انیٹونیو نے کہا۔ "تمہیں یقین تھا کہ واپسی نہیں ہو گی؟"
"نہیں۔ بس مجھے موت کا خوف نہیں تھا۔ لیکن خودکشی میرے پروگرام میں شامل نہیں تھی۔" کارل نے جواب دیا۔ "جینے والے اپنے لئے ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی جیتے ہیں۔"
"کیا ایبی ڈیوڈ کا اس عورت سے کوئی رشتہ تھا؟ لوسی ڈیوڈ سے؟" انیٹونیو نے کہا۔
"اگر تھا تو مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔" والٹر نے کہا۔ "لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب وہ اندھی نہیں ہے۔"
کارل نے چونک کر والٹر کی طرف دیکھا۔ "اب اندھی نہیں ہے؟" وہ بولا۔ "کیا تیس برس بعد اس کی بینائی لوٹ آئی ہے؟"
"مغربی جرمنی کے کسی ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کیا تھا۔" والٹر نے جواب دیا۔
"اب اس کا نام فہرست میں شامل کرنے کا مطلب یہی ہے کہ آپریشن کامیاب رہا۔ اور ایبی ڈیوڈ کا وجود بھی اتنا ہی خطرناک ہو گیا ہے جتنا باقی تین افراد کا تھا۔"
موسم اچانک خراب ہو گیا تھا اور گہری دھند کے باعث راستہ پچاس فٹ سے آگے دکھائی نہ دیتا تھا۔ والٹر نے اپنے سامنے دو ٹرک دیکھے۔ ان میں سے ایک پر لکڑی کے بکس لدے ہوئے تھے۔ اور دوسرا آئل ٹینکر تھا۔ وہ اگر چاہتا تو آسانی سے آگے بھی نکل سکتا تھا مگر وہ ٹرکوں سے پیچھے رہا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ سڑکوں پر خلاف معمول زیادہ پولیس گشت کر رہی ہے۔ خود ان کی کار کو دو جگہ چیک کیا گیا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی تھی کہ مغربی جرمنی کی پولیس کو ان کے بارے میں کوئی اطلاع مل چکی تھی۔ دوسری وجہ کچھ بھی ہو سکتی تھی۔ موسم کی خرابی، جرائم کی وارداتوں میں اضافہ یا سیاسی نوعیت کے انتظام کی ضرورت۔ ہر صورت میں اکیلے چلنے سے یہی بہتر تھا کہ وہ کاروں کی کسی قطار میں شامل ہو جائیں یا انہی ٹرکوں کے پیچھے چلتے رہیں۔

والٹر کی یہی احتیاط ڈائرڈ مل کی موت کا سبب بن گئی۔ ان کی کار کے بارے میں پہلی چوکی نے یہ اطلاع دی تھی کہ ایک کار میں دو افراد کا حلیہ مطلوبہ افراد کے حلیے سے ملتا ہے۔ مگر دوسری چوکی سے وہ ٹرکوں کی آڑ میں نکل گئے کیونکہ پولیس کسی ٹرک کو چیک نہیں کر رہی تھی۔ جب کار گزر گئی تو دھند کے باعث دوسری چوکی پر متعین عملہ یہ نہ دیکھ سکا کہ کار کا نمبر کیا ہے۔ اس کار کا رنگ نیلا ہے یا سیاہ یا گہرا سرخ۔ کار کی رفتار بھی اتنی زیادہ تھی کہ انہیں کار کے ماڈل کا بھی اندازہ نہ ہو سکا۔ اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنے کی بجائے انہوں نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ اب تک انہوں نے ہر کار کو چیک کیا تھا۔ اگر ایک نکل گئی تو کیا ضروری ہے کہ یہی وہ کار ہو۔

ڈائرڈ مل کے مکان کے گرد حفاظتی انتظامات فرانز کی نگرانی میں کیے گئے تھے مگر پولیس ہیڈ آفس میں اس کے ساتھ مارک بھی موجود تھا جو اسی مقصد کے تحت فرانس سے آیا تھا۔
"ٹائیگر کو پہچاننے والے تین افراد کے نام تمہارے علاوہ کس کس کو معلوم تھے؟" فرانز نے کہا۔ "میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان گواہوں کے نام صیغۂ راز میں نہیں رہے۔ یہ راز کس نے افشا کیا؟"
"کرنل رینے نے تو یہ نام اس برطانوی کو بتائے تھے جس کا نام ایلن ہے اور جو زرین لوویے کے نام سے ان لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"
"مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ برطانوی بھی امریکی حکومت کا ایجنٹ ہے۔" مارک نے کہا۔
"لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے گواہوں کا خاتمہ خود کر رہا ہو۔" فرانز نے کہا۔ "مارک تمہارے علاوہ فرانس میں کتنے لوگ یہ بات جانتے ہیں؟"
مارک سمجھتا تھا کہ وہ اس کی زبان سے کیا تسلیم کروانا چاہتا ہے۔
"فرانس کے صدر کو۔" مارک نے کہا۔ "لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے....."
"کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہوتی۔" فرانز نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک گواہ نے مرنے سے پہلے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ فلورین کی آواز ٹائیگر سے ملتی ہے۔"
"یہ غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے اور یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے فرانز کہ دو افراد کی آوازیں ایک جیسی ہوں۔" مارک نے کہا۔ "میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تیس سال بعد کوئی شخص پورے وثوق سے کسی آواز کو دوبارہ شناخت نہیں کر سکتا اگر کرے تو اس پر سو فیصد اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس وقت جو روسی بحری بیڑہ بحیرۂ اسود سے گزر رہا ہے اس کا کیا مقصد ہے؟" فرانز نے کچھ دیر بعد کہا: "خصوصاً ایک ایسا بحری بیڑہ جس میں چھ کروزر ہوں، چار میزائل بردار جہاز ہوں، ایک طیارہ بردار، بارہ تباہ کن اور پندرہ جدید ترین مال بردار بحری جہاز شامل ہوں۔"

"وہ کسی بین الاقوامی ضابطے کی خلاف ورزی نہیں کر رہے ہیں۔" مارک نے کہا۔ "ترکی شمالی اوقیانوس کے معاہدے کا ایک رکن ہے اور اس نے بحری بیڑے کو گزرنے کی اجازت دی ہے تو ہم روکنے والے کون ہوتے ہیں؟"

فرانز نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں اس دلیل کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب وہ بحیرۂ روم میں داخل ہو جائیں گے تو ان کے لئے فرانس کی کسی بندرگاہ تک پہنچنا آسان ہو گا۔"

"فرانس کی سمندری حدود میں داخل ہونے کے لئے انہیں ہماری اجازت کی ضرورت ہو گی۔" مارک نے کہا۔ "بحیرۂ روم میں تو چھٹا امریکی بیڑہ بھی لنگر انداز رہتا ہے۔"

"مارک میں صرف اپنے خدشات کا اظہار کر رہا ہوں۔" فرانز نے رکتے رکتے کہا۔ "ایک لمحے کے لئے فرض کر لو کہ میری یہ قیاس آرائی بے بنیاد نہیں۔ اگر فرانس کے صدر کی غیر موجودگی میں حکومت کا تختہ الٹ جاتا ہے اور کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آ جاتی ہے تو اس بحری بیڑے کو اجازت نہ ملنے کا امکان کہاں رہتا ہے۔ اور اگر اس بات کو نظر انداز کیا جائے کہ فلوریئن خود تائیگر ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ روس کے دورے میں کوئی ایسا دفاعی معاہدہ کر لے جس کی رو سے یہ بحری بیڑہ تمہاری بندرگاہوں میں داخل ہو سکے؟ آئین کی رو سے تمہارے صدر کو معاہدے کرنے کی آزادی حاصل ہے۔"

فرانز کی بات مارک کے ذہن میں بھی تھی اور وہ اس مسئلے کا ہر پہلو سے جائزہ بھی لے چکا تھا لیکن اس کا اعتراف کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے مترادف تھا کہ تمام اطلاعات، ثبوت اور شہادتوں کے باوجود فرانس کی خفیہ پولیس، پارلیمنٹ، کابینہ، فوج اور عوام سب ایک کمیونسٹ ایجنٹ کی موجودگی سے باخبر ہوتے ہوئے بھی اس کے عزائم کے سامنے بے بس ہیں۔

"میرے لئے تشویش کی بات یہ ہے کہ فرانس کے روسی حلقۂ اثر میں چلے جانے کے بعد مغربی جرمنی ہر طرف سے کمیونسٹ ممالک کے نرغے میں آ جاتا ہے اور ہمارے لئے دفاع کی کوئی صورت نہیں رہتی۔" فرانز نے کہا۔ "اس کے بعد یورپ پر روس کے سیاسی اقتدار کی راہ میں مزاحم ہونے والا کون رہ جاتا ہے؟"

کارل وینک اور اس کے دونوں ساتھیوں نے رات ہوٹل کی بجائے کار ہی میں بسر کی تھی۔ کار کو انہوں نے سڑک سے بہت دور گھنے درختوں کی اوٹ میں کھڑا کر دیا تھا۔ کار میں ان کے لئے پیر پھیلا کر سونے کی جگہ نہیں تھی چنانچہ وہ رات بھر سوتے جاگتے رہے۔ سگریٹیں پیتے رہے۔ اور دن بھر کے سفر کی تکان کو دور کرنے کے لئے کافی کا سہارا لیتے رہے۔ مگر صبح ہوئی تو ان کے جسم اس بے خوابی کے سبب نڈھال ہو چکے تھے۔ انہوں نے دوبارہ سفر شروع کیا تو ان میں سے ہر شخص اعصابی کشیدگی کا شکار تھا۔ مشن کا دو تہائی حصہ مکمل ہو چکا تھا مگر تیسرے مرحلے میں ان کے لئے نئے احکامات نے دشواریاں پیدا کر دی تھیں۔ انہیں اب واپس فرانس بھی جانا تھا جہاں اینی ڈیوڈ رہتی تھی۔ والٹر نے زندگی میں ایسے بہت سے خطرناک کام کیے تھے مگر عجلت سے ہمیشہ گریز کیا تھا۔ مشن چھوٹا ہو یا بڑا آدمی کو پیش آنے والے تمام خطرات کا اندازہ ضرور کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ جو بات ناممکن نظر آتی ہے وہ حالات میں کسی معمولی سی تبدیلی سے ممکن ہو جاتی ہے۔ اور بڑی بڑی غلطیوں کے باوجود آدمی اتفاقات یا تقدیر کی یاوری کے سبب بچ جاتا ہے۔ تو کبھی کوئی چھوٹی سی غلطی ناکامی کا سبب بن جاتی ہے۔

اینی ڈیوڈ کے بارے میں حالات کا جائزہ لے کر سوچنے سمجھنے اور موقع محل دیکھنے کے لئے وقت ہی نہیں ملا تھا۔ اور یہ بات خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ صبح وہ تینوں نروس تھے اور انہیں ایک دوسرے سے اپنے اپنے خوف اور اندیشوں کو چھپانے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی۔ وہ مسکرا رہے تھے مگر ان کی مسکراہٹ بے جان تھی۔ ان کی باتوں میں کوئی ربط نہ تھا کیونکہ خیالات کی رو بار بار بھٹک جاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو یقین دلاتے تھے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں اور جانتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اگر چھٹی حس کو تسلیم کیا جا سکتا تھا تو ان کی چھٹی حس انہیں کسی نامعلوم خطرے سے آگاہ کر رہی تھی۔ وہ مضطرب تھے مگر اپنے اضطراب کی کوئی وجہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ اپنے اندیشوں کا کوئی جواز تلاش نہیں کر سکتے تھے اور ان کے لئے اس خوف کا سبب معلوم کرنا مشکل تھا جو ان کے دل میں چور کی طرح گھس کر بیٹھ گیا تھا۔ بس خطرہ اس ماحول میں کہیں موجود تھا اور نظر نہیں آتا تھا۔ فضا کچھ سہمی سہمی لگتی تھی۔ آسمان ویران نظر آتا تھا اور زمین پر سناٹے کا احساس ہوتا تھا حالانکہ زندگی کی رونق میں کہیں کمی نہیں آئی تھی اور لوگ معمولات کے مطابق اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ ٹریفک بھی ہر روز کی طرح چل رہا تھا مگر اس کے باوجود کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی بات ایسی تھی جو نظر نہیں آتی تھی مگر محسوس ہوتی تھی۔ اپنا وجود تسلیم کرانے پر مصر تھی۔

شام کے چھ بجے تھے مگر سورج گہرے سیاہ بادلوں میں غروب

ہو گیا تھا اور شہر کو قبل از وقت تاریکی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

ڈائر وہل نے اپنے مکان کی کھلی کھڑکی سے پورے شہر کو گہری دھند کی گرفت میں دیکھا اور اس شخص کے بارے میں سوچا جو اس کی موت کا پیغام بن کر آنے والا تھا۔ ڈائر وہل آسانی سے ہراساں ہونے والا شخص نہیں تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں اس کا شمار ذہین اور جری ترین فوجی افسروں میں ہوتا تھا چنانچہ ہٹلر کے ٹائیگر کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنے کی ذمہ داری اسی کے سپرد کی تھی اور اس نے تین ماہ کی مسلسل دوڑ دھوپ کے بعد ٹائیگر کی تمام سرگرمیوں پر مشتمل فائل تیار کر لی تھی مگر اس کے باوجود نہ وہ ٹائیگر کی کوئی تصویر حاصل کر پایا تھا اور نہ اس کی ایک جھلک دیکھ سکا تھا۔ گزشتہ رات ایک فرانسیسی صحافی اس سے ملاقات کرنے آیا تھا جسے اس نے تفصیل سے بتایا تھا کہ اس نے ٹائیگر تک پہنچنے کی کس حد تک کوشش کی تھی۔ اس کی ڈائری میں تین ماہ کی جدوجہد کے ایک ایک دن کا حال موجود تھا اور اس نے جو کچھ اس صحافی کو بتایا تھا وہ محض یادداشت کی مدد سے نہیں بتایا تھا بلکہ اپنی ڈائری دیکھ کر بتایا تھا۔ وقت، تاریخ اور مقام کی تمام تفصیلات تیس برس بعد بھی دستاویزی شکل میں محفوظ تھیں۔ حیرت اسے صرف ایک بات پر ہوئی تھی۔ اس صحافی کا خیال تھا کہ ٹائیگر کسی فوجی جھڑپ میں ہلاک ہوا تھا۔

تدفین کے بارے میں تو اسے کچھ معلوم نہیں تھا لیکن وہ ایک اور بات جانتا تھا۔ ٹائیگر ۱۴ ستمبر ۱۹۴۴ء کو ایک لڑکی لوسی ڈیوڈ کے ساتھ کار میں کہیں جا رہا تھا کہ کار دریا میں جا گری تھی۔ چار گھنٹے بعد جب کار دریا سے نکالی گئی تھی تو لڑکی کی لاش کار میں موجود تھی مگر ٹائیگر کار میں نہیں تھا۔ یا تو پانی اسے بہا کر آگے لے گیا تھا یا کار کے گرتے گرتے اس نے دروازہ کھول کر چھلانگ مار دی تھی اور پھر تیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ اب اگر اس کی قبر سے اس کی بجائے اس کے کتے کی لاش برآمد ہوئی تھی تو تعجب کی کوئی بات نہیں تھی۔ ٹائیگر کے بارے میں کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا تھا یا زندہ بچ گیا تھا۔ ڈائر وہل کو اس فرانسیسی صحافی کا یہ سوال بڑا مضحکہ خیز لگا تھا کہ فرانسیسی صدر پر حملہ کرنے والی لوسی ڈیوڈ کا اس لوسی ڈیوڈ سے کوئی تعلق تھا یا نہیں جو تیس برس پہلے مر چکی تھی۔ پھر اس نے اپنی ڈیوڈ کے بارے میں سوال کیا تھا ۔۔ اپنی ڈیوڈ بڑی ذہین عورت تھی اور ٹائیگر کی دست راست اور سراغرساں تھی۔ سراغرسانی کے لئے اسی کے پاس نوجوان لڑکیوں کی پوری ٹیم تھی جو اپنے حسن و شباب کے سہارے ہر شخص کے دل میں پوشیدہ کسی بھی راز تک رسائی حاصل کر لیتی تھیں۔ مگر وہ اب نہ جانے کہاں تھی۔ اس نے سنا تھا کہ وہ نابینا ہے اور ٹائیگر کی موت کے بعد گمنامی کی زندگی گزار رہی ہے لیکن اس کا فلورین پر قاتلانہ حملہ کرنے والی لوسی ڈیوڈ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور وہ دوسری لوسی ڈیوڈ تو تیس سال پہلے بھی جب ڈوب کر مری ہے تو بیس پچیس برس کی تھی اور یہ لوسی جو آب مارک کے ہاتھوں ماری گئی تھی تقریباً اسی عمر کی تھی۔

اس نے کھڑکی بند کی اور پردے برابر کر دیئے۔ بھرا ہوا ریوالور اس کی جیب میں تھا اور اسے معلوم تھا کہ اس کے مکان کے اردگرد سادے کپڑوں میں مسلح پولیس مین گھوم رہے ہیں۔ جب اس فرانسیسی صحافی نے کہا تھا کہ اس کی جان کو خطرہ ہے تو وہ ہنس پڑا تھا۔ مگر یہی بات کہنے کے لئے جب بی این ڈی کے چیف نے اس سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا تھا کہ لائن جوئیل اور رابرٹ فلپ کے مارے جانے کے بعد اس پر قاتلانہ حملہ ہونا یقینی ہے تو اس نے تعاون پر آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ وہ صبح سے گھر میں تھا اور پوری طرح چوکس تھا۔ پولیس مین اس کے گھر کے اندر بھی آنا چاہتے تھے مگر اس نے ہنس کر کہا تھا کہ اگر باہر وہ موجود ہیں تو کوئی گھر میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ بفرض محال کوئی ان کی نظر بچا کر آ بھی گیا تو وہ اپنے پرانے زمانہ جنگ کی یادگار ریوالور سے اپنی حفاظت کرنے کا اہل ہے۔ تیس سال بعد بھی نہ ریوالور کی کارکردگی میں فرق آیا تھا نہ اس کی اپنی نشانہ بازی کی مہارت میں۔

دروازے پر دستک سن کر اس نے اپنا ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر ریوالور کو گرفت میں لے لیا اور دروازہ کھولا۔ دروازے پر ایک اجنبی کھڑا تھا۔

"میں انسپکٹر براؤن ہوں" کارل وینک نے ایک شناختی کارڈ نکال ڈائر کی نظروں کے سامنے کیا اور پھر جیب میں رکھ لیا۔ "آپ کے مکان کے عقبی حصے میں ایک شخص کی لاش پڑی ہوئی ملی ہے کیا آپ میرے ساتھ چل کر اسے شناخت کر سکتے ہیں۔ مجھے آپ سے ۔۔۔"

"کیا میں وہ شناختی کارڈ پھر دیکھ سکتا ہوں؟" ڈائر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ "میری نظر اب اتنی تیز نہیں رہی کہ ایک جھلک میں سب کچھ دیکھ سکوں۔"

"آپ کا خیال ہے پولیس کے بھیس میں کوئی قاتل ہوں میں۔" کارل وینک نے مسکرا کر کہا اور کسی پریشانی کا اظہار کئے بغیر پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"دراصل خود پولیس ہمیں تاکید کرتی رہتی ہے کہ ہم تصدیق ضرور کریں۔" ڈائر معذرت آمیز لہجے میں بولا۔ "اس کے علاوہ میں خود فوج کے شعبہ سراغرسانی میں تھا شک کرنا میری عادت تھا۔ اب تو بوڑھا بھی ہو گیا ہوں۔" وہ ہنسا ۔۔ اسی وقت والٹر نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچنی چاہی مگر ڈائر خلاف توقع طاقتور اور پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے ایک جھٹکے میں خود کو آزاد کرا لیا۔ اگر کارل نے عین وقت پر اس کا ہاتھ نہ جھٹک دیا ہوتا تو ریوالور کی گولی والٹر کا کام تمام کر دیتی۔ ریوالور ہاتھ

سے نکل جانے کے باوجود وہ پریشان نہیں ہوا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے کارل پر وار کیا مگر کارل جھکائی دے گیا اور ڈائر کا ہاتھ اس کے شانے پر پڑا۔ ضرب کی قوت سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ ہاتھ اس کی گردن پر پڑتا تو اس کی گردن یقیناً ٹوٹ جاتی۔ فرش اتنا چکنا تھا کہ کارل اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور والٹر سے ٹکرایا۔ وہ دونوں ایک ساتھ فرش پر گرے۔ کارل زندگی میں پہلی بار نروس ہوا۔ ترپن سال کا یہ بوڑھا غیر متوقع طور پر خطرناک بن گیا تھا۔ اطمینان کی بات یہ تھی کہ والٹر بھی اس کی مدد کے لئے موجود تھا اور پھر ریوالور پھسلتا ہوا صوفے کے نیچے چلا گیا تھا۔ والٹر پہلے کھڑا ہوا اور ڈائر نے اسے ٹکر مار کر باتھ روم میں گرا دیا۔ کارل کے سنبھلنے سے پہلے وہ باتھ روم کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ اب اکیلے کارل کا اس سے براہ راست مقابلہ تھا۔

گولی چلنے کی آواز نے باہر بھی لوگوں کو متوجہ کر لیا تھا اور اسے دور سے پولیس کے سائرن سنائی دینے لگے تھے۔ اچانک کارل نے چیتے کی طرح جست لگائی مگر ڈائر نے وار خالی دیا۔ اور کارل میز سے ٹکرایا۔ میز ٹیبل لیمپ سمیت الٹ گئی۔ اور ڈائر نے اسے پیچھے سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ مگر اپنی پھرتی اور جسمانی قوت کے باوجود بڑھاپے کا جوانی سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ کارل نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کی گردن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ڈائر کے سر کو اس نے پوری قوت سے بار بار فرش پر مارا۔ بے ہوش تو ڈائر دم گھٹنے سے ہی ہو گیا تھا۔ اب اس کا سر مٹی کے پیالے کی طرح ٹوٹ گیا اور اس کا خون اس کے مغز کے ساتھ فرش پر پھیلنے لگا۔ سائرن مین دروازے پر آ کر رک گئے تھے۔ اور کارل نے کم سے کم تین گاڑیوں کے رکنے کی آواز سنی تھی۔ اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولا اور والٹر کو گھسیٹ لیا۔ سامنے والے راستے سے گزرنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ اس نے ڈائر کی خواب گاہ کی کھلی بند کی اور کھڑکی سے کود گیا۔ اس وقت تک پولیس سامنے کا دروازہ توڑ کر اندر آ چکی تھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ کھڑکی سے باہر گرے اور اندازے سے سمت مقرر کر کے دوڑنے لگے۔ انہیں اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آواز سنائی دی اور کارل نے ڈائر کے پستول سے ایک فائر کیا۔ لیکن اسے احساس ہوا کہ وہ گھر گئے ہیں۔ انٹونیو کار اسٹارٹ کئے سڑک پر انتظار کر رہا تھا مگر سڑک تک پہنچنے کے لئے سامنے والے حصے سے گزرنا ضروری تھا۔ سڑک پر دروازے کے بالکل سامنے ایک ٹرک کھڑا تھا جس میں کم سے کم بیس پولیس مین سوار تھے۔ ٹرک کے آگے اور پیچھے بھی پولیس تھی اور مکان کو بھی تین طرف سے جیپ میں بیٹھے ہوئے پولیس والوں نے گھیر رکھا تھا۔

والٹر نے کارل کی طرف دیکھا۔ فیصلے کا وقت آ گیا تھا۔ وہ ایک ہی جست میں اپنی کار تک پہنچ سکتے تھے جو درختوں کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ یا کار تک پہنچنے سے پہلے ہی پولیس کی گولی کا نشانہ بن سکتے تھے۔ یہ ان کے نصیب کی بات تھی۔ مگر یہاں کھڑے رہنا یا چھپنے کی کوشش کرنا بے معرف تھا اور ان دونوں کا ذہن بیک وقت اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ موڑ پر سے ایک آئل ٹینکر نمودار ہوا۔ کارل نے والٹر کا ہاتھ تھام لیا اور ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ پولیس والے سرچ لائٹس لیے پھیلتے جا رہے تھے۔ مگر ان کے لئے زیادہ خطرناک وہ ٹرک تھا جو مین دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ چند سیکنڈ میں آئل ٹینکر ٹرک کے قریب سے گزرا اور کارل نے نشانہ لئے بغیر تین فائر کئے۔ آئل ٹینکر سے تین شعلے بلند ہوئے اور جلتے ہوئے پٹرول کی دھار پولیس کے ٹرک پر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ٹینکر زبردست دھماکے سے پھٹ گیا۔ لوہے کے جلتے ہوئے ٹکڑے مکان تک پہنچے اور آگ نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ہر طرف دھواں پھیل گیا اور کارل نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر دوڑ لگائی۔ کار تک پہنچتے ہی انہوں نے دروازے کھولے اور انٹونیو نے گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ وہ ابھی پوری طرح گاڑی میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے لیکن انٹونیو بہت زیادہ بدحواس تھا۔ کارل کو تو سنبھلنے کا اور دروازہ بند کرنے کا موقع مل گیا لیکن والٹر کا آدھا جسم پچھلے دروازے سے باہر رہ گیا تھا۔ اس نے خود کو گھسیٹ کر اندر پہنچانے کی کوشش کی مگر اسی وقت ایلن کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی اس کے پیٹ میں گھس گئی۔ اس کے ہاتھوں سے کار کی گرفت نکل گئی۔ کار کا دروازہ ایک بار جھول کر بند ہو گیا اور والٹر سڑک پر گر گیا۔ کار کا پچھلا پہیہ اس کے سر سے دور تھا لیکن کار ایک لمحے میں رکی۔ واپس ہوئی۔ والٹر کے جسم پر سے گزری اور دوسری بار اسے کچلتی ہوئی نکل گئی۔ ایلن کے دوسرے فائر سے پچھلے ٹائر میں سوراخ ہو گیا کار لڑکھڑائی مگر انٹونیو نے اسے الٹنے سے بچا لیا اور اپنا پیر ایکسلریٹر سے نہیں ہٹایا۔ ایک میل گزر گیا۔

"کارل" اس نے چیخ کر کہا۔ "کود جاؤ۔" اس وقت تک وہ تین موڑ کاٹ چکے تھے۔ دوسرے لمحے انہوں نے کار کے دونوں اگلے دروازوں سے چھلانگ لگائی اور سڑک پر گرے۔ کار لہرا کر سڑک کے وسط میں چلی گئی اور مخالف سمت سے آنے والی ایک کار سے ٹکرائی۔ کارل اور انٹونیو نے صرف تصادم ہوتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ کہیں موچ نہیں آئی تھی۔ صرف ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور جسم پر خراشیں آئی تھیں۔ انہوں نے کار میں سے اپنے اپنے بریف کیس نکال لئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر بعد وہ خطرے کی حدود سے نکل گئے۔ بریف کیس میں ان کے شناختی کاغذات تھے اور نقد رقم تھی۔ ان کی کار کرائے کی تھی۔ اس کے بارے میں انہیں کوئی فکر نہیں تھی۔ دوسری کار کوئی بوڑھا چلا رہا تھا جو بے ہوش ہو گیا تھا یا مر چکا تھا۔ اس ویران سڑک پر ٹریفک نہیں تھی مگر پیچھے سے

ایک ایڈمرل نے بحریہ کے لئے حاصل کردہ ایک نئے جہاز کا معائنہ کیا۔ معائنے کے دوران اسے خیال آیا کہ نئے ہاتھوں جوانوں سے ایک آدھ سوال کروں اور دیکھوں کہ اپنا پچھلا سبق یاد بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اس نے قطار میں کھڑے ہوئے ایک جوان سے پوچھا:

"اگر کوئی جوان جہاز سے پھسل کر سمندر میں جا گرے تو تم کیا کرو گے؟"

"میں چلاؤں گا 'مین اوور بورڈ' سر!" جوان نے کہا۔

"اور اگر کسی افسر کے ساتھ یہی حادثہ پیش آ جائے تو تم کیا کرو گے۔؟"

"کس افسر کے ساتھ سر؟" جوان نے معصومیت سے پوچھا۔

آنے والی پولیس کی جیپیں چند منٹ بعد حادثے کے مقام پر پہنچ چکی تھیں وہ دونوں جس مکان میں داخل ہوئے وہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ پورچ میں ایک رینالٹ کار کھڑی تھی' اور روشنی صرف ایک کمرے میں تھی۔ کسی تذبذب کے بغیر انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ چالیس پینتالیس سال کی ایک عورت نے دروازہ کھولا۔ کارل نے کچھ کہے بغیر عورت کا منہ دبا دیا۔ اور انٹونیو نے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مارا۔ عورت کو ایک طرف ڈال کر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ اور کمرے کا جائزہ لیا۔ زینہ دوسرے کنارے پر تھا۔ وہ دبے پاؤں اوپر چڑھنے لگے جس کمرے میں روشنی ہو رہی تھی وہاں ایک شخص لکھنے کی میز پر بیٹھا کوئی کام کر رہا تھا۔ اس کی عمر بھی پچاس کے لگ بھگ تھی۔ "کون ہے ڈارلنگ؟" اس نے قدموں کی آہٹ پر پیچھے دیکھے بغیر کہا۔ کارل نے اور انٹونیو نے اس کو بھی عورت کی طرح ریوالور کا دستہ مار کے بے ہوش کر دیا اور کرسی پر ہی چھوڑ دیا۔ اس کا سر میز پر ٹکا کر انہوں نے باقی کمروں کا جائزہ لیا۔ وہ کوئی پروفیسر تھا اور غالباً اولاد سے محروم تھا۔ پوری فراغت سے انہوں نے غسل کیا۔ پیٹ بھرا اور پروفیسر کے کپڑے پہنے۔ ایک گھنٹے بعد وہ کار کی چابیاں لے کر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ دروازے پر پڑی ہوئی عورت مر چکی ہے — انہوں نے دروازے کو قفل لگایا اور کار لے کر نکل آئے۔ سڑک پر جہاں ان کی کار دوسری کار سے ٹکرائی تھی پولیس اب بھی کھڑی تھی۔ بہت دور ڈائرڈ ہل کے مکان اور آس پاس کے علاقے سے آگ کے شعلوں کے علاوہ دھواں آسمان پر پھیلتا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک آگ بجھانے والا انجن ان کے سامنے سے گزرا۔ ایک پولیس مین نے ان کی کار کا نمبر نوٹ کیا مگر انہیں روکا نہیں۔

"اگر وہ پروفیسر بھی مر گیا تو چوبیس گھنٹے تک ہم اس کار کو رکھ سکتے ہیں۔" کارل نے کہا۔

"ان کا مقفل دروازہ دیکھ کر اور کار موجود نہ پا کر ان کے پڑوسی اور ملنے جلنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"مگر ہمیں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے" انٹونیو نے کہا۔

"کرائے پر دوسری کار لینا بہتر ہے۔" کارل نے اس کی بات سے اتفاق نہیں کیا۔ شہر کی طرف لوٹنے میں صرف خطرہ تھا۔

ایلن نے محض اس خیال سے ایک بڑی مرسیڈیز کار لی تھی کہ وہ کم سے کم وقت میں اپنی ڈیوڈ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا مگر کار کا انجن پہاڑی راستوں پر شور کرنے لگا اور گاڑی جھٹکے لینے لگی۔ ایلن کو اپنی حماقت پر افسوس ہوا۔ کار ایجنسی والے اسے دوسری گاڑی دے رہے تھے کیونکہ انہیں مرسیڈیز کے انجن میں کسی خرابی کا شبہ تھا لیکن ایلن نے جب اسے چلا کر دیکھا تو اسے کوئی خرابی محسوس نہیں ہوئی تھی مگر اب یہ خرابی ظاہر ہو رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ گاڑی اس ویرانے سڑک پر کہیں بھی رک جائے گی جہاں اس کے لئے صبح تک انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا شاید صبح کوئی کار گزرے تو وہ لفٹ لے سکے اور کسی پیٹرول پمپ سے فون کر سکے تو ایجنسی والے اس کار کے بدلے اسے دوسری کار دے جائیں۔ کار بدستور جھٹکوں کے ساتھ چلتی جا رہی تھی ایک موڑ پر اچانک اس کے سامنے ایک پیٹرول پمپ آ گیا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے قدرت اسکے سارے مسائل حل کرنے میں اس کی مدد کر رہی ہے اس نے گاڑی کو پیٹرول پمپ کے اندر لے جا کر کھڑا کیا اور خود ریستوران میں کافی پینے جا بیٹھا۔ مکینک نے گاڑی کا معائنہ کرنے کے بعد اسے اطلاع دی کہ نقص معمولی ہے اور ایک گھنٹے بعد وہ اپنا سفر جاری رکھ سکے گا جتنی دیر میں یہ نقص دور ہوا ایلن نے دوبارہ کافی پی اور ایک پلیٹ سینڈوچ کی صاف کی روانہ ہونے سے قبل وہ باتھ روم میں گیا اور اپنا منہ دھویا۔ جب وہ واش بیسن کے اوپر لگے ہوئے شیشے میں دیکھ کر اپنے بال بنا رہا تھا تو باتھ روم کا دروازہ کھلا اسے اپنے سامنے شیشے میں ایک چہرہ نظر آیا جو "سوری" کہتے ہی غائب ہو گیا مگر ایلن کے لئے اس کی یہ ایک جھلک ہی کافی تھی۔ یہ وہی بوڑھا تھا جو ایک بار اس سے سیڑھیوں میں ٹکرایا تھا اس وقت جب وہ لائن جوئیل سے مل کر سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ چہرہ وہی تھا مگر جسم جوان تھا۔ اور اس نے پہچان لیا تھا کہ بوڑھے کا بھیس بدل کر آنے والا بھی یہی شخص تھا۔ شبہ تو ایلن کو اس وقت بھی ہوا تھا جب سیڑھیوں سے پھسل کر گرنے والے بوڑھے کو اس نے عینک اٹھا کر دی تھی اور اسے بوڑھے کے چہرے پر جھریوں کی ایک شکن بھی نظر نہیں آئی تھی لیکن اس وقت اس شبے کے

تصدیق ہوگئی۔ وہ تیزی سے باہر نکلا مگر کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے پیٹرول پمپ کے ملازم سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ ابھی ابھی ایک رینالٹ کار میں دو افراد پیٹرول لینے رکے تھے۔ مگر پیٹرول لئے بغیر چلے گئے۔ ایلن نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے اب گاڑی کی رفتار پر اطمینان ہوا۔ اس دوسری کار میں ان دونوں افراد کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا تھا جنہوں نے ڈائرو بل کو ملا تھا۔ ان کا تیسرا ساتھی گولی کا نشانہ بننے کے بعد کار کے نیچے بھی آ گیا تھا مگر اس کی موت سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا کیونکہ اس کی جیب سے کوئی ایسا کاغذ نہیں نکلا تھا جس سے اسے شناخت کیا جا سکتا اور اس کا چہرہ اس حد تک مسخ ہو گیا تھا کہ پہچانا نہیں جاتا تھا کاغذات ان کی گاڑی میں سے بھی نہیں ملے تھے جس نے ایک اور کار کو ٹکر مار کے ایک بوڑھے کو ہلاک کر دیا تھا وہ کار کرائے کی ثابت ہوئی تھی چنانچہ کوئی بھی پکڑا نہیں گیا۔ اسے یقین تھا کہ اب بھی ان کے پاس کرائے کی کار ہو گی لیکن ایک سو بیس کلو میٹر تک ایک گھنٹے میں پہنچ جانے کے بعد بھی اسے کوئی رینالٹ کار دکھائی نہیں دی کوئی بھی رینالٹ اس مرسیڈیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ یقیناً وہ راستے ہی میں کہیں چھپ گئے تھے ایلن کو یہ بھی یقین تھا کہ باتھ روم میں آ جانے والا بھی اسے پہچان گیا تھا۔ اس کی صورت سے بھی ظاہر تھا۔ اور ان کے فرار ہونے کی بھی یہی وجہ تھی۔

❧

اینی ڈیلوڈ جب ٹائیگر کے گروہ میں شامل ہوئی تھی تو وہ نوجوان تھی لیکن اب وہ بڑھاپے کے جال میں پھنسی پھڑپھڑاتی تھی اور اس کے پاس یاد ماضی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس عذاب میں اس کے لئے تسکین کا سامان صرف ایک خیال، ایک شب کا خیال تھا۔ جب اس نے پہلی بار اور آخری بار ٹائیگر کی صورت کو دیکھا تھا۔ اس شب سے پہلے وصال یار فقط آرزو کی بات تھی۔ وہ ان گنت لڑکیوں کی طرح ٹائیگر کی نادیدہ پرستار تھی۔ پرستش کا یہ جذبہ بہت پرانا تھا۔ اور اس کا تعلق ان روایات سے تھا جو ٹائیگر سے منسوب تھیں اس کے ذہن میں ٹائیگر کی صورت کا کوئی تصور نہیں تھا مگر اس نے سنا تھا کہ وہ دراز قد اور وجیہہ و شکیل ہے باقی باتوں کا تعلق ان داستانوں سے تھا جو اس کی جرأت اور بہادری پر مبنی تھیں جب وہ تحریک میں شامل ہوئی تھی تو اس یقین کے ساتھ کہ کبھی نہ کبھی وہ ٹائیگر کو ضرور دیکھے گی اور اسے اعتماد تھا کہ ٹائیگر اسے دیکھے گا تو اس کا حسن —— اس پتھر کو ضرور پگھلا دے گا۔ اس کی توقعات پوری ہوئی تھیں دو برس بعد اسے موقع ملا اور اس نے ٹائیگر کو اچانک دیکھ لیا۔

وہ جیپ لئے ایک سڑک پر سے گذر رہی تھی کہ ٹائیگر جنگل سے نکل کر درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ جب اس نے جیپ روکی تو اسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس شخص کی ایک ٹانگ میں گولی کا زخم ہے۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اسے حکم دیتا گیا کہ اسے کہاں کہاں مڑنا ہے نجانے کیسے اسے یقین آنے لگا کہ وہ ٹائیگر ہے۔ اس کے وجود میں کوئی ایسی بات تھی جو اس یقین کا سبب تھی۔ جیپ پہاڑی راستوں سے گذرتی ایک چھوٹی سی کاٹج کے سامنے ٹھہر گئی اور اینی نے تین ہفتے تک اس کاٹج میں ٹائیگر کی تیمار داری کی۔ تین ہفتے کا یہ ہنی مون ختم ہوا تو اس کی دنیا میں اندھیرا پھیل گیا ایک صبح اس نے آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھنا چاہا تو دنیا کہیں دکھائی نہ دی اس نے ٹائیگر کو پکارا مگر ٹائیگر کہیں نہ تھا۔ اس ویرانے میں ایک کاٹج کے اندر وہ ٹائیگر کی یادوں کے ساتھ تنہا رہ گئی تھی اسے اپنے اندھے ہو جانے کا رنج نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جن کی انہیں تمنا تھی۔ ٹائیگر کا تصور اب بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اسی کے سہارے زندگی کے باقی دن گذار رہی تھی۔ غرور کا ایک جذبہ اس کی دنیا میں اجالے کے لئے بہت تھا۔ یہ غرور کہ ٹائیگر کو اتنے قریب سے صرف اس نے دیکھا ہے۔ ٹائیگر کے قریبی ساتھیوں میں سے بھی کوئی اس کی طرح یہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اب پینتیس برس بعد جب سے اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آئی تھی۔ اس نے فرصت کے اوقات میں ٹائیگر کے تصور کو تصویر میں ڈھالنے کا مشغلہ اپنا لیا تھا۔ مصوری کا شوق اسے ورثے میں ملا تھا اور شادی سے پہلے اسے تصویریں بنانے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ شادی کے دس برس بعد جب اس کا شوہر مر گیا تو اس نے شوق کو آمدنی کا ذریعہ بنا لیا پھر وہ تحریک میں شامل ہو گئی اور یہ شوق ختم ہو گیا۔ شوہر کی چھوڑی ہوئی واحد نشانی ایک لڑکی تھی جو بالغ ہوتے ہی ماں کے ساتھ تحریک میں شامل ہو گئی تھی اس کا نام لوسی تھا اور اس جیسی بہت سی لڑکیاں اینی کے ساتھ مل کر ٹائیگر کے لئے کام کرتی تھیں، اس لڑکی نے ٹائیگر کے گروہ کے ایک رکن سے شادی کر لی۔ جو بعد میں مارا گیا اور اپنے پیچھے ایک لڑکی چھوڑ گیا۔ لڑکی نے دوسری شادی سال بھر بعد کی اور پہلے شوہر کی نشانی اس کے ساتھ ہی تھی کہ اچانک ایک حادثہ پیش آیا۔ نہ جانے کیوں اور کیسے وہ ٹائیگر سے جا ملی۔ وہ اس کے ساتھ کہیں جا رہی تھی کہ ایک پل پر پولیس نے ٹائیگر کا راستہ روک لیا۔ ایک لمحے کا توقف کئے بغیر ٹائیگر نے جیپ

کو پل پر سے دریا میں اتار دیا۔ ٹائیگر خود تو بچ کر نکل گیا۔ مگر لوسی جیپ ہی میں پھنسی رہ گئی۔ ایمی کو یقین تھا کہ وہ اگر چاہتا تو لوسی کو بچا سکتا تھا لیکن لوسی کا جرم یہی تھا کہ وہ ٹائیگر کو دیکھ چکی تھی۔ ٹائیگر نے یہ رعایت صرف ایمی کو دی تھی کہ اسے اندھا کر کے چھوڑ دیا تھا اور جینے کا حق دے دیا تھا جو اس نے کسی اور کو کبھی نہیں دیا تھا۔ لوسی کی لڑکی اپنے سوتیلے باپ کے ساتھ رہی جس نے اسے بتا دیا کہ اس کی ماں کی موت کا ذمہ دار کون تھا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس کی ماں کس کی بیٹی تھی۔ جب اس کا سوتیلا باپ مر گیا تو لڑکی ایمی کے پاس آ گئی۔ اور ایمی نے آنکھوں کی روشنی واپس آ جانے کے بعد اسے دیکھا تو اسے یوں لگا جیسے لوسی اسکے سامنے کھڑی ہے۔ اس نے لڑکی کا نام بدل کر لوسی رکھ دیا اسی لوسی ڈیلوڈ نے بہت عرصہ پہلے سے یہ طے کر رکھا تھا کہ وہ اپنی ماں کے قاتل سے بدلہ ضرور لے گی لیکن اسے یقین نہ تھا کہ وہ قاتل اب بھی زندہ ہے یا نہیں۔ جب لوسی نے اپنی نانی کی بنائی ہوئی ٹائیگر کی تصاویر دیکھیں تو وہ قاتل کو پہچان گئی۔ اس نے ایک سراغرساں کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ ٹائیگر کے کسی پرانے ساتھی کا سراغ لگائے یہ سراغرساں ایک وکیل میکس تھا جس نے قید خانے میں مارٹن سے ملاقات کی اور اس کا نام لوسی کو بتا دیا۔ مارٹن کو لوسی کا خط قید خانے میں ملا اور اس نے جیل سے رہا ہونے سے قبل ہی اس کا جواب بھی دے دیا۔ خط نے لوسی کی سنی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کر دی مگر آخری تصدیق کے طور پر اس نے ایک تماشہ کیا۔ پالتو جانوروں کی ایک دکان سے اس نے بڑے مہنگے داموں چیتے کا ایک بچہ خریدا اور مناسب وقت کا انتظار کرنے لگی۔ ایک فیشن شو میں فرانس کے صدر اور اس کی بیوی کے مہمان خصوصی ہونے کی خبر سن کر اس نے فیشن شو میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا جب وہ چیتے کو اپنے ساتھ لئے اسٹیج پر نمودار ہوئی تو سینکڑوں تماشائیوں نے تالیاں بجا کر اس کا استقبال کیا مگر لوسی کی نگاہ سب سے اگلی صف میں بیٹھے ہوئے فلورین اور اس کی بیوی پر رہی۔ اس کی بیوی عام لوگوں کی طرح خوش تھی مگر فلورین پتھر کا بت بنا چیتے کے اس بچے کو دیکھ رہا تھا اور اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اسے گھور رہی تھی۔ اور لوسی کو اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے جذبات ایک سوال کی طرح نظر آئے۔ جیسے وہ اس سے پوچھ رہا ہو کہ کیا تم نے مجھے پہچان لیا ہے لوسی۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ تیس سال بعد بھی تم وہی ہو۔ بالکل وہی۔

ایک منٹ بعد فلورین نے اپنے آپ کو سنبھال لیا مگر لوسی ڈیلوڈ کیلئے اپنی ماں کے قاتل کو پہچاننے کے لئے یہ ایک منٹ بہت تھا۔

اس رات لوسی نے ابتدا سے انتہا تک ساری داستان قلمبند کی اور ایک لفافے میں بند کر کے اپنے وکیل میکس کے حوالے کر دی لفافے پر صرف یہ لکھا تھا کہ اسے صرف اسی وقت کھولا جائے جب وہ زندہ نہ ہو۔ لفافے پر ۲۰ دسمبر کی تاریخ تھی۔ اس سے اگلے دن اس نے فلورین کو قتل کرنے کی کوشش کی اور ماری گئی مگر اس کے موت کے اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے وکیل نے لفافہ کھولنے کی جرأت نہیں کی اس نے لفافے کو ایک سیف میں مقفل کر دیا تھا۔ وہ اس بات کو بھول گیا اگر اس نے غلطی سے کسی کے سامنے یہ ذکر کر دیا ہوتا کہ لوسی ڈیلوڈ کے لئے اس نے کیا خدمات سرانجام دی تھیں اور وہ اس کے لئے کوئی پیغام چھوڑ کر فرانس کے صدر کو قتل کرنے گئی تھی تو وہ یقیناً پھنس جاتا۔

* * *

ایلین کا خیال تھا کہ وہ ایمی ڈیلوڈ کو اس کے گھر سے کسی ایسی جگہ لے جائے گا جہاں اس کے قاتل رسائی حاصل نہ کر سکیں لیکن اس کا انحصار ایمی ڈیلوڈ کے زندہ ملنے پر تھا۔ ایلین نے پہاڑی راستوں پر اپنی رفتار خطرناک حد تک زیادہ رکھی تھی اور اسے امید تھی کہ وہ رینالٹ اس سے زیادہ آگے نہیں نکل سکتی جو اس سے چند منٹ قبل روانہ ہوئی تھی۔ آدھے راستے میں اسے بارش نے آ لیا اور اس [illegible] لئے رفتار کم کرنا ضروری ہو گیا ورنہ کار کا کسی بھی موڑ پر پھسل کر حادثے کا شکار ہو جانا عین ممکن تھا اور بارش سے بھیگی ہوئی سڑک پر اسے چانک بریک لگانے پڑتے تو انجام یہی ہوتا۔ جب اس نے ایمی ڈیلوڈ کے دروازے پر لگی ہوئی کال بیل بجائی تو اس کی نگاہ مکان کے آس پاس کسی رینالٹ کو تلاش کر رہی تھی مگر گلی میں صرف دو کاریں کھڑی تھیں جن پر مسلسل بارش برس رہی تھی۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ مجھ سے پہلے آ پہنچے ہوں۔ اس نے اپنے اندیشوں پر قابو پانے کے لئے خود کو یقین دلایا پھر دروازہ کھلا اور اس نے ایک رائفل کی نال کا رخ اپنے سینے کی طرف دیکھا۔ وہ بھونچکا رہ گیا کیونکہ رائفل ستر سال کی ایک بوڑھی عورت نے اٹھا رکھی تھی۔ اس کے اعتماد سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ رائفل کو محض دھمکی کے طور پر استعمال نہیں کر رہی ہے بلکہ وہ ضرورت پڑنے پر [illegible] اسے قتل کرنا بھی جانتی ہے۔ اس عمر میں یہ جرأت سابقہ زندگی کے تجربات کی مظہر تھی اور یہ عورت ٹائیگر کی رفیق کار ایمی ڈیلوڈ ہی ہو سکتی تھی۔ "مسز ڈیلوڈ" ایلین نے کہا "میری گاڑی سے حادثہ ہو گیا ہے کیا میں ڈاکٹر کو بلانے کیلئے آپ کا فون.....!"

"میرے پاس فون نہیں ہے" اینی ڈیلوڈ نے کہا اور نالی کا رخ بدستور اس کی طرف رکھا۔

"تو پلیز مجھے بتائیے میں کہاں سے فون کروں" ایلین نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "اگر دیر ہوئی تو وہ عورت مر جائے گی"

اسے ڈر تھا کہ اتفاقیہ گولی نہ چل جائے۔ مگر اب اینی ڈیلوڈ نے اپنی رائفل نیچے کر لی۔ یہ شخص اس کے لئے اجنبی ضرور تھا مگر اس کی بات جھوٹ نہیں لگتی تھی۔ اور وہ اس کے نام سے بھی واقف تھا۔ اینی ڈیلوڈ نے سوچا۔ شاید یہ ان لوگوں میں سے ہے جو تیس برس تک مجھے دیکھتے رہے لیکن جن کو میں کبھی نہ دیکھ سکی۔

ایلین اسی موقع کا منتظر تھا۔ اس نے اندر قدم رکھتے ہی ایک ہاتھ اینی ڈیلوڈ کی رائفل پر رکھ دیا "مسز اینی ڈیلوڈ۔ میں نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ تھا۔ اس کا مقصد صرف اپنی جان بچانا تھا" ایلین نے کہا "اگر گولی چل جاتی تو میں اپنی بات کہے بغیر مر جاتا اور اس کے بعد تمہارا مارا جانا بھی لازمی تھا۔ وہ آدمی تمہاری جان لینے آ رہے ہیں۔ ان کے آنے سے پہلے میرے ساتھ نکل چلو"

"میں کیسے تسلیم کر لوں کہ یہ بھی جھوٹ نہیں ہے" اینی ڈیلوڈ نے کہا "کوئی مجھے مارنے کیوں آئے گا؟" اس کے لہجے میں ذرا بھی پریشانی نہیں تھی۔

"اس لئے کہ اب ٹائیگر کو پہچاننے والی تم واحد عورت ہو" ایلین نے کہا "اس سے پہلے وہ ان تین افراد کو ٹھکانے لگا چکے ہیں جن کے بارے میں انہیں یہ شبہ تھا"

ایلین کو امید نہیں تھی کہ ستر برس کی یہ بڑھیا اتنی چالاک ثابت ہو گی۔ اس نے ایلین کی بات پر اس وقت تک یقین نہیں کیا جب تک ایلین نے اسے کم سے کم الفاظ میں ساری بات نہیں بتا دی۔ اسے قائل کرنے میں پندرہ منٹ صرف ہو گئے اور اس دوران ایلین کے کان کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سننے کے منتظر تھے بالآخر وہ اس کے ساتھ جانے پر رضامند ہو گئی اور کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"مسز ڈیلوڈ آپ ٹائیگر کو پہچانتی ہیں۔ کیا آپ کو کسی شخص کی تصویر میں اس کی مشابہت نظر آتی ہے" ایلین نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اب تک کسی پر یہ شبہ نہیں ہوا۔ ٹائیگر تو مر چکا ہے" اینی ڈیلوڈ نے کہا "اس جیسا دوسرا کہاں ہو سکتا ہے"

ایلین نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا "کیا آپ نے فرانس کے صدر فلورین کو نہیں دیکھا" اینی ڈیلوڈ نے نفی میں سر ہلایا۔

اور ایلین کو بتایا کہ بصارت لوٹ آنے کے باوجود نہ وہ اخبار پڑھتی ہے اور نہ ٹی۔وی دیکھتی ہے "تیس برس میں نے صرف ریڈیو سنتے گذرے ہیں۔ مجھے اخبار اور ٹیلی ویژن سے کوئی دلچسپی نہیں" وہ بولی۔

"کیا آپ نے فلورین کی آواز بھی نہیں سنی" ایلین نے کہا۔

اینی ڈیلوڈ نے پھر انکار میں سر ہلایا "میں سیاسی لیڈروں کی تقریروں سے سخت بیزار ہوں اور ریڈیو پر صرف موسیقی کے پروگرام سنتی ہوں"

بارش اب بھی جاری تھی اور مرسیڈیز کی ونڈ اسکرین پر وائپر برابر کام کر رہے تھے اس کے باوجود شیشے دھندلا گئے تھے اور نمی اندر کی طرف بھی آ گئی تھی ایک موڑ پر ہیڈ لائٹس کی روشنی کے سامنے ایک اور کار کی ہیڈ لائٹس آئیں پانی کے بہتے ہوئے دھاروں میں ایک کار کا سایہ جھلملایا اور ایلین نے رینالٹ کو پہچان لیا۔ واپس جانے کا کوئی سوال نہ تھا اور رینالٹ سڑک کے بالکل درمیان میں آ رہی تھی ایلین نے گاڑی کی رفتار میں اضافہ کیا جس کا مقصد رینالٹ کے ڈرائیور کو یہ تاثر دینا تھا کہ وہ مرنے سے پہلے مارنے پر آمادہ ہے اور اسے راستہ نہ ملا تو وہ گاڑی ٹکرا دے گا لیکن رینالٹ کا ڈرائیور بھی جیسے خودکشی پر آمادہ تھا بالکل آخری وقت میں ایلین نے گاڑی کو بائیں طرف موڑ کر سڑک سے اتار لیا اور کیچڑ سے گذار کر پھر سڑک پر لے آیا۔ اگر ایک سیکنڈ کی تاخیر ہو جاتی تو تصادم ناگزیر تھا۔ اگر رینالٹ کا ڈرائیور بھی گاڑی کو ادھر ہی موڑتا جدھر ایلین نے موڑا تھا تب بھی حادثہ لازمی تھا لیکن رینالٹ سیدھی گذر گئی۔ اپنے سامنے لگے ہوئے شیشے میں ایلین نے رینالٹ کو واپس آتے دیکھا۔

"کار کو دائیں جانب موڑ لو" اینی ڈیلوڈ نے کہا اور ایلین نے سوچے سمجھے بغیر تعمیل کی۔ اس کے بعد اینی ڈیلوڈ ہدایت دیتی گئی اور وہ کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہاتھ کو مڑتا گیا یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچ کر اس نے گاڑی روک لینے کے لئے کہا۔

"یہ کونسی جگہ ہے" ایلین نے کہا اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے ویران جنگل کو دیکھا۔

"فکر مت کرو۔ وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے ہم چلے تھے" اینی ڈیلوڈ نے کہا "یہ میرے فارم ہاؤس کا پچھلا حصہ ہے" وہ دونوں کار سے باہر نکل آئے۔ ایلین کا ارادہ اینی ڈیلوڈ کو پولیس اسٹیشن لے جا کر کسی ذمہ دار شخص کی حفاظت میں دینا تھا مگر اب اینی ڈیلوڈ اس کی رہنمائی کر رہی تھی اور وہ اس کے پیچھے چلتا جا رہا تھا۔ اچانک راستہ ختم ہو گیا اور

ایلین نے ساٹھ فٹ کی بلندی سے دیکھا تو سڑک بالکل نیچے سے گذر رہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے اس پٹرول پمپ پر وہی تھا" انیتونیو نے کہا: "میں نے اسے لائن جوئیل کے فلیٹ سے اترتے دیکھا تھا۔"

"ہاں" کارل نے کہا۔ اور اس مرسیڈیز کی طرف اشارہ کیا جو کچے راستے پر اندھیرے میں کھڑی بارش میں بھیگ رہی تھی "اور وہ اس بڑھیا کو نکال کر لے گیا ہے" انہوں نے اپنی کار مرسیڈیز سے ذرا آگے لے جا کر روک دی کارل نے اپنا ریوالور نکالا اور مرسیڈیز کی طرف بڑھا۔ اسے احساس تھا کہ مرسیڈیز میں چھپا ہوا کوئی بھی شخص اسے بڑی آسانی سے گولی کا نشانہ بنا سکتا ہے لیکن خطرہ اب بے معنی ہو گیا تھا فاصلا اتنا کم تھا کہ مرنے سے پہلے وہ مرسیڈیز پر دستی بم پھینک سکتا تھا اور اپنے دشمن کو بھی اپنے ساتھ ہی ختم کر سکتا تھا مگر مرسیڈیز کے اندر کوئی نہیں تھا۔ کارل نے ٹارچ کی روشنی میں زمین کو دیکھا۔ کیچڑ میں دو افراد کے قدم ایک واضح لکیر کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ اور اسی سمت میں ایک چٹان نظر آ رہی تھی۔

"انیتونیو" کارل نے کہا "وہ اس چٹان کے پیچھے ہیں۔"

کارل کی بات کا جواب دیئے بغیر انیتونیو نے مرسیڈیز کا دروازہ کھولا اور ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا اس کے ہاتھوں نے اندھیرے میں چابیاں تلاش کیں۔ گاڑی کسی وحشی درندے کی طرح گرج کر آگے بڑھی اور اس کی ہیڈ لائٹس اندھیری رات میں نظر آنے والی چیتے کی آنکھوں کی طرح روشن ہو گئیں۔ اوپر آسمان پر ایک ستارہ سا نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ مرسیڈیز جھاڑیوں کو کچلتی پتھروں کو توڑتی آگے بڑھتی گئی اور آسمان سے اترنے والا وہ ستارہ ہیلی کوپٹر بن گیا۔ اس کے انجن کی آواز کار کے انجن کی آواز پر غالب آتی گئی۔ پھر رات کے سناٹے میں کسی چیخ کی طرح پولیس کے سائرن کی صدا سنائی دی۔

چٹان کی بلندی پر سے ایلین نے ایک ٹارچ کو روشن ہوتے دیکھا جو رینالٹ میں سے اترنے والے دونوں افراد میں سے کسی ایک نے روشن کی تھی اسی روشنی میں اس نے ایک شخص کو اپنی مرسیڈیز میں بیٹھے دیکھا۔ مرسیڈیز سیدھی ان کی طرف آنے لگی۔ اور ایلین نے ریوالور نکال لیا۔ یقیناً مرسیڈیز میں آنے والے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ چٹان اچانک ختم ہو جاتی ہے پھر اس کی نظروں کے سامنے مرسیڈیز دوڑتی ہوئی آئی اور ساٹھ فٹ کی بلندی سے سڑک پر گر گئی وہ اور اپنی ڈیوڈ کچھ دور لیٹے کار کو کھلونے کی طرح سڑک پر گر کر لڑھکتے اور آگ کے شعلوں میں الاؤ کی طرح جلتے دیکھتے رہے۔ پھر ایلین اٹھا اور نیچے کی طرف بھاگا۔

کارل نے آخری وقت میں رینالٹ کو نکالنے کی کوشش کی مگر سڑک پر پولیس نے ناکہ بندی کر دی تھی اس نے چٹان کے گرد چکر لگایا اور اپنی ڈیوڈ کے گھر کے عقبی حصے میں جا پہنچا۔ اسکے سامنے لکڑی کا ایک احاطہ آ گیا جسے اس نے پوری قوت سے کار کی ٹکر مار کر توڑ دیا۔ کار کی ہیڈ لائٹس بجھ گئیں اور کار بے قابو ہو کر اپنی ڈیوڈ کے گھر کی دیوار سے ٹکرائی۔ کارل گاڑی سے نکلا اور بے تحاشہ بھاگنے لگا۔ اپنے پیچھے اس نے کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی صدا سنی اور پلٹ کر فائر کیا۔ گولی ایلین کے شانے میں لگی اور وہ گر گیا۔

دس منٹ بعد ہیلی کوپٹر سے اترنے والوں میں سب سے آگے مارک تھا اس کے پیچھے آندرے پھر فرانز۔ اس وقت تک ایلین کو پولیس کی جیپ میں منتقل کیا جا چکا تھا مگر وہ ہوش میں تھا۔

"آئی ایم سوری فرانز" ایلین نے کہا: "ان میں سے ایک مارا گیا مگر ایک فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ تاہم میں نے اپنی ڈیوڈ کو بچا لیا ہے۔"

دس میل دور کارل نے سڑک کے کنارے ایک درخت کی اوٹ سے دو کاروں کو گذرتے دیکھا مگر ان میں سے ایک اتنی پرانی تھی کہ اس کے کام نہیں آ سکتی تھی اور دوسری میں پانچ افراد سوار تھے پھر اسے بی ایم ڈبلیو کی ایک اسٹیشن ویگن نظر آئی جس کے ونڈ اسکرین کے پیچھے صرف ایک آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے سڑک کے بیچ میں آ کر مدد کے لئے پکارنا شروع کیا۔ اسٹیشن ویگن اس کے سامنے آ کر رک گئی۔ وہ ڈرائیور کی سائڈ پر گیا اور کوئی بات کئے بغیر اس کے سر پر ریوالور رکھ کر گولی چلا دی۔ حیرت زدہ اجنبی کی لاش کھلے دروازے سے باہر آ گری۔ کارل نے اسے گھسیٹ کر سڑک کے کنارے جھاڑیوں کے پیچھے ڈالا اس کی جیب سے تمام کاغذات نکالے اپنے لباس کو اتار کر اس نے وہ سوٹ پہنا جو مرنے والے کے جسم پر تھا اور اپنے کپڑوں کو لاش سے آگ لگا دی۔ آخری وقت میں اس نے لاش کی گھڑی بھی اتار لی۔ اب مرنے والے کی شناخت آسان نہیں رہی تھی۔ کم سے کم چوبیس گھنٹے تک تو اس کی لاش کے دریافت ہونے کا امکان نہ

تھا۔ پھر اس کی تصویر کے اخبار میں شائع ہونے اور ہت جاننے والوں کے پہنچنے تک کارل نے لئے اسٹیشن ویگن کے استعمال میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ مرنے والا غماخ نشاں لگتا تھا۔ مگر اس کی جیب سے زیادہ رقم نہیں نکلی جب کارل اسٹیشن ویگن لیکر روانہ ہوا تو اس نے پیچھے رکھا ہوا بریف کیس دیکھا اس نے گاڑی کو روکا اور بریف کیس کھولا تو اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے تھے اب اس کے لئے کسی بھی پرواز سے پیرس پہنچ جانا کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا مگر اس کے دل پر ایک بوجھ تھا۔ انیٹونیو اور والٹر مارے گئے تھے مگر اینی ڈیوڈ ابھی تک زندہ تھی۔

ہوائی اڈے پر فرانسیسی صدر کو ماسکو لے جانے والے جہاز کے گرد سخت حفاظتی پہرہ تھا اور ملک آخری وقت میں جہاز کا معائنہ کرنے آیا تھا کسی بھی سربراہ مملکت کے لئے مخصوص کئے جانے والے جہاز کی طرح اس جہاز کو بھی ۔ سفر سے پہلے صدر کے ذاتی محافظ ضرور دیکھتے تھے اور اس کا ایک طریق کار متعین تھا ملک جہاز سے نکلا ہی تھا کہ اس نے وزیر دفاع بلینک کو دیکھا اور اسے تعجب ہوا کہ اس وقت بلینک کو اس سے کیا کام ہو سکتا ہے

"ملک" بلینک نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے مجھے استعفیٰ دینا پڑے گا"

ملک کو اس کے شکست خوردہ لہجے پر تعجب ہوا۔ "اس میں مجبوری کی کونسی بات ہے" اس نے کہا۔

"فلورین کی یہی مرضی ہے" بلینک نے کہا۔ "گزشتہ ایک ماہ سے وہ مجھے مسلسل نظر انداز کر رہا ہے میرے احکامات کو منسوخ کر رہا ہے اور ان معاملات میں براہ راست مداخلت کر رہا ہے جن کا تعلق ملک کے دفاع سے ہے"

"میں آپ کا مطلب اب بھی نہیں سمجھا" مارک نے انجان بن کر کہا۔

"کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے" بلینک نے ہنستے ہوئے کہا "ملک میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ مظاہرے ۔ احتجاج ۔ معلوم ہوتا ہے یہ پیرس نہیں ماسکو ہے۔ لوگ کیوں کہہ رہے ہیں کہ حکومت کا تختہ الٹنے والا ہے۔ کرنل سینے کیا کہہ رہا ہے ٹائگر کے بارے میں۔ ٹائگر کون ہے"

"یہ معمہ تو اب حل ہو چکا ہے" مارک نے کہا۔ "کیا آپ خود اپنی زبان سے ایک عینی گواہ کا بیان سنیں گے۔ جس نے ٹائگر کو دیکھا تھا جس کے لئے تیس برس بعد بھی اسے شناخت کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ پھر آپ کو ہر سوال کا جواب مل جائے گا"

بلینک نے سوالیہ نظروں سے ملک کو دیکھا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ٹائیگر کو شناخت کرنے والے تین ہی گواہ تھے جو سب کے سب مارے جا چکے ہیں"

مارک نے نفی میں سر ہلایا "کبھی ماہر سے ماہر نشانہ باز شکاری بھی بھول جاتا ہے کہ چیمبر میں ایک ہی گولی رہ گئی ہے۔ اور وہی گولی اس کا کام تمام کر دیتی ہے"

مارک نے جیپ کے ڈرائیور کو وہیں چھوڑ دیا۔ جب بلینک اس کے ساتھ والی نشست پر بیٹھ گیا تو اس نے جیپ کا رخ شعبہ سراغرسانی کے ہیڈ کوارٹر کی سمت کر دیا۔ "پولیس کی زبان میں استغاثہ کا سب سے اہم گواہ زبردست حفاظتی پہرے میں لایا جا رہا ہے" ملک نے کہا "ایسے انتظامات کبھی صدر فرانس تو کیا دنیا کے کسی سربراہ مملکت کے لئے بھی نہیں کئے گئے ہونگے"

"کون ہے وہ گواہ" بلینک نے بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔

"ایک بڑھیا جس نے تیس سال قبل ٹائیگر کو دیکھا تھا اسکو سزا بصارت سے محرومی کی شکل میں ملی تھی لیکن یہی ٹائیگر کی اس پر خصوصی توجہ کا انعام بھی تھا اور اسکی غلطی بھی۔

ٹائیگر نے اب تک اس عورت کے سوا کسی کو ایک بار اپنے دیدار سے فیضیاب ہونے کے بعد جینے کا حق نہیں دیا تھا ایک جذباتی کمزوری کے لمحے میں ٹائیگر نے اس عورت کو اس کی زندگی بخش دی تھی۔ اسلئے بھی کہ وہ زندگی کے اس مختصر لمحے میں ٹائیگر نہیں رہا تھا۔ مرد رہ گیا تھا جسے ایک عورت نے اپنے قرب سے اسے ایک ایسی مسرت کی سنسنی خیزی سے آشنا کیا تھا جو اسے اپنی پرخطر راہ حیات کے ہر قدم پر بھی موت کے روبرو بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ جو موت کے منہ سے بچ کر نکل آنے کی مسرت سے بھی جدا تھی۔ لہو کے رنگ اور بارود کی بو اور بم کے دھماکے اور گولیوں کی آتشیں بوچھاڑ کے مقابلے میں عورت کے وجود کی اس لطافت اسکی چاہت کی اور خود سپردگی کی راحت اس کے بدن کی نرمی اور مہک ۔ اور جسم کے زخموں پر اور روح کے ناسور پر گرنے والی شبنم جیسی محبت کی شفاف پھوار نے اسکے وجود کی تکمیل کی تھی اور اسے حیات نو بخش دی تھی۔ ٹائیگر کو بھی بالآخر اسی عورت ہی نے شکست دی۔ وہ جسے دنیا کی سیاست کے شاطر ذہن اور قانون کے بااختیار ہاتھ سراغرساں اور مسلح جرنیل شناخت نہ کر سکے اس نے تصویر پر انگلی رکھ کر پورے یقین کے ساتھ کہا "ہاں یہ ٹائیگر ہے ۔ میرا ٹائیگر۔ کیا تم اندھے ہو۔ وہ تو سب سے الگ سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے"

اور مارک جس نے اب تک اس عورت کو چند تصویریں دکھائی تھیں اور چند فلمیں جن میں ٹائیگر اکیلا نہیں تھا لیکن اس نے ایک بار بھی شناخت میں غلطی نہیں کی تھی۔ اب اس عورت کے تصور میں تیس برس زندہ رہنے والے ٹائیگر کو دیکھا جسے آنکھوں کی روشنی ملتے ہی اس نے کینوس پر اتار لیا تھا حقیقت ایک ہی تھی جواب کسی ثبوت کی محتاج نہ رہی تھی۔

مارک نے نظر اٹھا کے بلینک کو دیکھا جو اس پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔

کارل وینک نے ٹیکسی ڈرائیور کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتی تھی۔ بالآخر اس نے جس ٹیکسی کو روکا تھا اسے ایک خستہ حال بوڑھا چلا رہا تھا مگر اسکی ٹیکسی بالکل نئی تھی۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو بتایا کہ اسے کہاں جانا ہے۔

"وہ خاصا دیسی علاقہ ہے۔" ڈرائیور نے مہذب لہجے میں کہا۔ "اگر آپ کسی گلی یا سڑک کی نشاندہی کر سکیں تو میں آپ کو....."

کارل نے معذرت آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ "دراصل میں یہاں بہت عرصے بعد آیا ہوں۔ جگہ میرے ذہن میں ہے۔ میں دیکھتے ہی پہچان لوں گا۔" اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یس سر" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔ ٹیکسی شعبۂ سراغرسانی کے ہیڈکوارٹر کی طرف چلنے لگی۔ کارل وینک نے ٹینس کے ریکٹ کے غلاف میں سے "سب مشین گن" نکالی اور اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لی۔ پھر اسکی نظر گلیوں کا جائزہ لینے لگی جو سڑک کے دائیں بائیں جانب دریا سے نکلنے والی نہروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ آٹھ کلو میٹر گذر گئے۔ "آپ راستے پر نگاہ رکھئے سر" ڈرائیور نے شائستگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اگلی گلی ہے۔ بائیں جانب" کارل نے کہا۔ مگر یہ گلی ویران نہیں تھی۔ "سوری" اس نے کہا "رفتار ذرا کم رکھو۔ شاید اس سے اگلی گلی ہو گی"

ٹیکسی اگلی گلی میں مڑ گئی۔ کارل نے دیکھ لیا تھا کہ گلی آگے سے بند ہے "آخری مکان پلیز" اس نے کہا — ٹیکسی آخری مکان کے سامنے رک گئی۔ کارل نے سب مشین گن "کا دستہ ڈرائیور کے سر پر مارا۔ اس کا سر سیٹ پر ٹک گیا اور خون کی دھار پچھلی سیٹ کے سامنے فرش پر گرنے لگی حسب توقع اسکے حلق سے آواز تک نہیں نکلی۔ تین منٹ سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ کارل نے اسے ساتھ والی سیٹ پر منتقل کیا اور اسکی وردی اتار لی۔ اپنے کپڑے اسے پہنا کر کارل نے ٹیکسی کے اندر ہی اپنے جسم پر وردی چڑھائی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی وردی اسے بالکل فٹ آئی اب وہ ساتھ والی سیٹ پر یوں مرا پڑا تھا لگتا تھا کوئی تھکا ماندہ مسافر ہے جس نے چند منٹ کے سکون آرام کے لئے اپنا سر سیٹ سے لگا کر آنکھیں بند کر لی ہیں — بند گلی کے آخری حصے میں دونوں مکانوں کے دروازے مقفل تھے اور کارل کی ساری کارروائی کے دوران کوئی گلی میں بھی داخل نہیں ہوا۔ یوں بھی اس نے زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ پانچ منٹ بعد وہ ٹیکسی کو ریورس گیئر میں لے کر واپس ہوا۔

جب وہ شعبۂ سراغرسانی کے ہیڈکوارٹر جانے والی سڑک پر پہنچا تو اس نے دور ہی سے عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی پولیس کی کاروں کو دیکھ لیا۔ کل پانچ کاریں مرکزی دروازے کے عین سامنے موجود تھیں۔ یقیناً وہ بڑھیا درمیان والی کار میں جائے گی اس نے طے کیا۔ اگلی دو کاروں میں اور بڑھیا کی کار کے پیچھے والی دونوں کاروں میں مسلح محافظ ہوں گے۔ جب وہ آئی تھی تب بھی اسی اہتمام سے آئی تھی۔ وہ سڑک کے موڑ پر رک گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ایک گھنٹے بعد اس نے پہلے ایک محافظ کو باہر آتے دیکھا۔ پھر دو اور مسلح سپاہی نکلے۔ کارل نے ٹیکسی کو گلی میں موڑ لیا۔ یہ ون وے ٹریفک اسٹریٹ تھی لیکن دوسری طرف سے پولیس نے ناکہ بندی کر رکھی تھی اور جلوس کو بہرحال ادھر ہی آنا تھا۔ گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے مشین گن کی نال کو کھڑکی میں فٹ کیا اور ایک ہاتھ کی انگلی ٹریگر پر رکھ دی۔ گن اس کی گود میں تھی اور اس کے دونوں میگزین عین اسٹیرنگ کے نیچے لٹک رہے تھے۔ مسلسل چلنے والی بیلٹ۔ ہر بیلٹ ایک راؤنڈ میں نکل جاتی تھی۔

بڑھیا پر نگاہ پڑتے ہی اس نے پیر کا سارا دباؤ ایکسیلیٹر پر ڈال دیا۔ گاڑی گولی کی طرح آگے بڑھی۔ پولیس نے مخالف سمت سے ایک ٹیکسی کو آتے دیکھا اور انہوں نے احکامات کے مطابق فائر کرنے کی پوزیشن لی۔ لیکن غلط سمت سے آنے والی وہ ٹیکسی پلک جھپکتے میں سر پر پہنچی۔ اسی وقت آندرے باہر آیا اور اس نے ایک نظر میں سب دیکھ لیا۔ آندرے نے آخری وقت میں اپنی ڈیوڈ کو واپس کھینچنے کی کوشش کی مگر اس ٹیکسی کی ایک کھڑکی سے مشین گن کی درجنوں گولیاں ایک ساتھ نکلیں اور ایک راؤنڈ نے ایک نیم دائرے میں درجنوں سوراخ کر دیئے۔ کچھ انسانوں کے جسموں میں کچھ کاروں میں اور کچھ دیواروں میں۔ آندرے نے اگلی کار کے محافظوں کو الٹ کر گرتے دیکھا۔ پھر وہ خود گر گیا۔ مگر اپنی ڈیوڈ نے سب سے پہلے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا سیکنڈ کے اس ہزارویں حصے کے فرق نے آندرے کی مستعدی کو خاک

میں ملا دیا۔ اس نے اپنی ڈیوٹی کو بیدارے نکرتے دیکھا۔ اس کا لہولہان جسم گھوم کر فٹ پاتھ پر گرا اور ساکت ہو گیا۔ ٹیکسی کے تعاقب کار کے محافظوں نے نشانہ بنانا چاہا مگر دوسرا راؤنڈ سیلاب کے دوسرے ریلے کی طرح آیا۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر ٹیکسی گذر گئی۔ اس پر کئے جانے والے فائر اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ آندرے سب سے پہلے اٹھا اور اس نے ایک کار کے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر اردگرد کی تمام پولیس کاروں کو ٹیکسی کا نمبر دیدیا۔ بیک وقت ہر سمت سے پولیس کاریں ایک مرکز کی سمت بڑھنے لگیں۔ انہوں نے فرار کے سارے راستے مسدود کر دیئے۔ سائرن ہر طرف سے سنائی دینے لگے اور کارل نے محسوس کیا کہ وہ گھر گیا ہے۔ مگر ہتھیار ڈالنے سے زندگی کیلئے آخری کوشش کر لینا بہتر تھا۔ وہ ٹیکسی روک کر بھاگا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک احاطے کی دیوار تھی۔ دوسری جانب ریلوے یارڈ تھا۔ اگر وہ دیوار عبور کر جائے تو سینکڑوں ریل کے ڈبوں کے درمیان کہیں بھی گم ہو سکتا ہے۔ آدھی ادھوری۔ نامکمل۔ مسافر بردار۔ سامان لے جانے والی اور تیل لے جانے والی گاڑیوں کے وہ ڈبے ایک کلومیٹر تک پھیلی ہوئی لائنوں پر آگے پیچھے اور پہلو بہ پہلو کھڑے تھے۔ اس نے ایک جست لگائی اور دیوار پر چڑھ گیا۔ اسی وقت کسی مشین گن نے ایک راؤنڈ اگلا۔ چند گولیاں کارل کے جسم میں سر سے دھڑ تک خط مستقیم میں پیوست ہو گئیں۔ اس کی لاش یارڈ کے اندر جا گری۔

ہوائی اڈے کو جانے والی تمام سڑکوں پر ملٹری کے مسلح دستے کھڑے تھے۔ ایوان صدر کے دروازے سب کے لئے بند ہو چکے تھے۔ صدر کا کوئی وزیر یا مشیر بھی اب اس سے نہیں مل سکتا تھا۔ مارک نے اپنی جیپ وزارت داخلہ کے دروازے پر روکی۔ عمارت میں چند پہریدار تھے جو برسوں سے پولیس چیف کو اکثر چوتھی منزل تک آتے جاتے دیکھتے تھے۔ چوتھی منزل کا ایک کمرہ ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔

مارک نے دروازہ کھولا اور اندر سے بند کر لیا۔ دوسرے دروازے سے وہ بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ اندر وہی الیکٹرانک آلات تھے اور سپاٹ دیواریں تھیں۔ اس نے ہمیشہ کی طرح ایک بٹن دبایا اور پورا پیغام سن کر دوسرا بٹن دبا دیا۔ ٹیپ صاف ہو گیا۔ پھر اس نے آدھی سگریٹ کو پیر سے رگڑ کر بجھایا۔ اسکی بے خواب آنکھوں کے گرد گہرے حلقے تھے اور ماتھے پر تفکرات کی شکنیں تھیں۔ بکھرے ہوئے بال اور بڑھی ہوئی شیو اور بے ترتیب وردی سے اسکی پریشانی عیاں تھی۔ بس۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ اس نے میز پر سے کاغذ میں لپٹے ہوئے ایک بنڈل کو اٹھایا۔

جب وہ جیپ لے کر روانہ ہوا تو پہریدار نے پولیس چیف کی وحشت زدہ آنکھوں میں دیکھا جس نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کا جواب تو دیا تھا مگر صاف ظاہر تھا وہ ذہنی طور پر غیر حاضر ہے۔ وہ پولیس چیف یقیناً خوش نصیب تھے جن کی قسمت میں محافظ خصوصی ہونے کا اعزاز نہیں آیا تھا۔ محافظ نے سر اٹھایا۔ سر کے اوپر سے ملٹری کے دو ہیلی کوپٹر شور مچاتے ہوئے گذر رہے۔ اس صدر کے لئے خصوصی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ جب تک صدر کا جہاز ماسکو روانہ نہیں ہو جائے گا مارک کا عذاب ختم نہیں ہوگا۔ محافظ نے پولیس چیف کی جیپ کو غائب ہوتے دیکھا اور جیب سے سگرٹ نکالی۔ مگر اس وقت وہ یہاں کیا لینے آیا تھا۔ اسے تو ایئرپورٹ پر یا صدر کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔ جہاز اب روانہ ہونے ہی والا ہوگا۔ آخر اس بنڈل میں کیا تھا۔ اس نے سوچا۔

اس نے دور سے دیکھا۔ نگرانی کرنے والے جا چکے تھے۔ اگر انہیں ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ وہ آندرے نہیں ہے تو سارا معاملہ چوپٹ ہو جاتا۔ لیکن وہ آندرے کی آواز نہیں پہچانتے تھے اور اس نے جو کوڈ استعمال کیا تھا وہ صرف آندرے کو معلوم تھا یا برن کے پولیس چیف کو چنانچہ ان کے لئے شک کی کوئی بات نہ تھی۔

وہ دبے پاؤں آگے بڑھا۔ غار کے دہانے سے اس نے اندر کا جائزہ لیا۔ سورج کی روشنی چند گز سے آگے نیم تاریکی میں بدل جاتی تھی۔ پھر مکمل اندھیرا تھا۔ اندر سے کسی کے گہرے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور تھاما اور غار میں داخل ہو گیا۔ ایک قدم جما کر اس نے دوسرا قدم اٹھایا۔ اسے اندازہ تھا کہ ذرا سی آہٹ کے جواب میں اندر سے کوئی گولی آئے گی اور وہ جو غار کے دہانے پر روشنی کے پس منظر میں کھڑا ہے بہترین ہدف ثابت ہوگا۔ پیر کے نیچے آنے والا کوئی کنکر بھی صدا دے سکتا تھا اور اسکی چھٹی حس بھی اسے پکار سکتی تھی مگر اب یہ خطرہ مول لئے بنا چارہ بھی نہ تھا۔ وہ عین اس شخص کے سر پر جا پہنچا جو پتھر کے فرش پر بے خبر سو رہا پڑا تھا۔ غار میں چھپے رہنے کے باعث اسکی صحت خراب ہو رہی تھی اور غالباً وہ فاقہ کشی بھی کر رہا تھا۔ اردگرد پھیلے ہوئے سامان میں کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہ آئی تھی۔ بسکٹوں کے خالی ڈبے سگرٹوں کے خالی پیکٹ پانی کی خالی بوتلیں۔ اس نے اندھیرے سے مانوس ہو جانے کے

کے بعد ایک ایک چیز کا جائزہ لیا اور پھر وہ ریوالور اٹھا لیا جو سونے والے نے حفاظت کے خیال سے سرہانے رکھا تھا۔

اپنا نام سنتے ہی سونے والا اٹھ بیٹھا بے اختیار اس کا ہاتھ ادھر گیا جہاں ریوالور رکھا تھا "تم کون ہو۔؟" اس نے خود کو اس اجنبی کے ریوالور کی زد میں دیکھ کر کہا۔

"میں تمہیں یہاں سے لے جانے آیا ہوں" نووارد نے کہا "تم سے کس احمق نے کہا تھا کہ یہاں پناہ لو۔ اپنے ٹھکانے پر کیوں نہیں گئے؟"

"مجھے اپنی جان تو بچانی ہی تھی" وہ بولا "میرے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ سکتا" پھر اس نے نووارد کو دیکھا جو پولیس آفیسر کی وردی میں تھا۔

"جان کی اتنی فکر تھی تو اس مشن کو قبول کیوں کیا تھا" نووارد نے تلخی سے کہا "چلو"

"کہاں" اس نے کہا "باہر دو پولیس والے کھڑے ہیں۔ وہ سائے کی طرح میرے ساتھ ہیں"

"میں ان کا بندوبست کرکے آیا ہوں" نووارد نے کہا۔ "پولیس چیف کی وردی پہننے کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ میرے پاس پولیس چیف کی جیپ بھی ہے"

"اور پولیس چیف خود کہاں ہے۔؟" اس نے مشتبہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ صدر کی ماسکو روانگی کے حفاظتی انتظامات کی نگرانی کے لئے ایئرپورٹ پر موجود ہے" نووارد نے کہا "میں نے دونوں چیزیں چوری کی ہیں۔ اسکی وردی بھی اور جیپ بھی"

"اب ہم کہاں جائیں گے" وہ بولا "واپس۔؟"

"ایک ناکامی سے مشن ختم نہیں ہو جاتا" نووارد نے کہا۔ "ہمیں اسی وقت آخری کوشش کرنی ہے" نووارد نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔

وہ دونوں پولیس والے واقعی جا چکے تھے۔ ہفتہ بھر سے وہ اسکے اعصاب پر پیرِ تسمہ پا کی طرح سوار تھے مگر اس نے بھی ان کے ارادوں کو سمجھ لیا تھا۔ وہ اس کا تعاقب کرکے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ اسے امید تھی کہ تنظیم کے ارکان اسے بچانے ضرور آئیں گے۔ ان دونوں نگرانی کرنے والوں کو ٹھکانے لگا دیں گے اور اسے غار سے نکال لے جائیں گے چنانچہ وہ ہر روز ایک ہی وقت پر نکلتا تھا اور کھانے پینے کی چیزیں لے کر لوٹ آتا تھا۔ وہ اسکی نظروں سے اوجھل رہ کر اس کا تعاقب کرتے تھے مگر اسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیچھے ہیں۔

ایک بار اس نے نظر بچا کر ایک پوسٹ کارڈ اس پتے پر ڈال دیا تھا جہاں سے اس کے مددگار آسکتے تھے۔ اس نے خط میں لکھ دیا تھا کہ آنے کو وہ کسی وقت بھی آسکتے ہیں مگر اسکے ساتھ ہی پولیس بھی پہنچ جائے گی۔ ناکامی کے بعد وہ غداری کا الزام نہیں قبول کر سکتا تھا اور فیصلہ کر چکا تھا کہ خواہ وہ اسے پکڑ کر لے جائیں اور اس پر اتنا تشدد کریں کہ وہ ہلاک ہو جائے مگر وہ انہیں کچھ نہیں بتلائے گا کیس نہیں لے جائیگا۔ اب ایک شخص اسکی توقع کے عین مطابق اسے لے جانے کو آگیا تھا مگر وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اسکے مددگاروں میں سے ہے یا واقعی پولیس کا آدمی ہے۔ بہر صورت اسکے لئے ساتھ جانا ضروری تھا۔

جب پولیس کی وہ جیپ ہر چوکی سے گزرتی گئی اور انہیں راستہ ملتا گیا تو ابو بن فقیہہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ اگر وہ پولیس کا آدمی ہوتا تو پہلی چوکی پر ہی اسے پکڑوا دیتا۔ لیکن وہ تنظیم سے زیادہ اس شخص کی جرأت پر حیران بھی تھا۔ کس دیدہ دلیری سے وہ پیرس میں پیرس کے پولیس چیف کی وردی پہنے اس کی جیپ میں جا رہا تھا۔

"یہ کیا ہے" اس نے کاغذ میں لپٹے ہوئے بنڈل کو دیکھ کر کہا جو پچھلی سیٹ پر رکھا تھا۔

"وہ راکٹ جسے چلائے بغیر تم فرار ہو گئے تھے" نووارد نے جیپ چلاتے چلاتے طنز سے کہا "یہودیوں کے اس جہاز سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے"

"حفاظتی عملے کے ایک شخص نے عین وقت پر مجھے دیکھ لیا تھا" ابو بن فقیہہ نے بگڑ کر کہا "اس نے مجھ پر فائر بھی کیا تھا" "میں اور کیا کرتا"

ملک نے گھڑی دیکھی۔ دس بجکر سینتیس منٹ ہو گئے تھے۔ صدر کے جہاز کو ساڑھے دس بجے روانہ ہونا تھا۔ سات منٹ پہلے پرواز کر جانا تھا۔ اسکے بعد زیادہ سے زیادہ دو منٹ۔ اس نے آسمان پر ہلکی سی گرج سنی۔ پھر ایک سفید دھبہ سا نمودار ہوا۔ سورج کی روشنی ایک بار اس پر سے منعکس ہوئی اور ملک نے راکٹ کی سمت متعین کی۔ راکٹ فضا میں بلند ہوا اور جہاز کی طرف بڑھنے لگا۔

صدر کے جہاز کو رخصت ہوتے دیکھنے والے ایئرپورٹ پر ہی کھڑے تھے۔ ریڈار اسکرین پر جہاز ایک روشن دھبے کی مانند دکھائی دے رہا تھا اور روشنی کی ایک لکیر ایک گول ڈائل پر گھڑی کی سوئی کی طرح مگر بڑی تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ یکلخت اس ڈائل پر روشنی کا ایک اور نقطہ نظر آنے لگا۔ کنٹرول ٹاور کے

نگراں اعلیٰ نے پریشانی سے آسمان کی طرف دیکھا۔ ایئرپورٹ کو تو صدر کے جہاز کی روانگی سے گھنٹہ بھر پہلے بند کر دیا گیا تھا اور ابھی ایک اور گھنٹے بند رہنا تھا۔ یہ دوسرا جہاز فضا میں کیسے پہنچ گیا۔ لیکن آسمان کی وسعت میں کوئی جہاز نہیں تھا۔ لیکن نقطہ بالکل واضح تھا۔

پھر ایک شعلہ سا لپکا۔ ہزاروں دیکھنے والوں کی نظروں کے سامنے صدارتی جہاز ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ اسکے سینکڑوں جلتے ہوئے ٹکڑے شہاب ثاقب کی طرح زمین کی طرف گرنے لگے۔

حرارت کا تعاقب کرنے والے راکٹ کو اس بار اپنے شکار تک پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ بالآخر ٹائیگر مر گیا تھا۔

مارک نے نگاہ آسمان سے ہٹائی اور ایک گہری سانس لی۔ پھر اس نے بے ہوش الجزائری کو دیکھا "ٹی ایم سوری مائی سن" اس نے دیوانوں کی طرح کہا۔ اور اس خالی مکان کی چھت سے نیچے اتر آیا۔ یہ مکان اس چھوٹے سے گاؤں کی سرحد پر تھا جو ایئرپورٹ کے دوسری جانب آباد تھا۔ پچاس ساٹھ گھروں پر مشتمل اس گاؤں کے لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ مارک جیپ لے کر دوسری طرف سے ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہو گیا۔ ایک گھنٹے بعد گاؤں کو ہر طرف سے ملٹری اور پولیس نے گھیر لیا۔

"راکٹ یہیں سے فائر کیا گیا تھا" مارک نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔ "ہر گھر کی تلاشی لی جائے" وہ ایئرپورٹ سے پولیس کے ساتھ ہی آیا تھا۔

کسی پریشانی کے بغیر پولیس نے اس الجزائری کو گرفتار کر لیا جس نے ایک بار اسرائیل کی سرکاری ایئرلائن کے ایک جہاز کو نشانہ بنانے کی ناکام کوشش کی تھی اور راکٹ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ وہ ایک مکان کی چھت پر لیٹا تھا۔ راکٹ لانچر جس پر اسکی انگلیوں کے نشانات بھی تھے اسکے قریب ہی رکھا تھا۔

فرانس کے پرچم میں لپٹی ہوئی میت ایک توپ گاڑی پر رکھی تھی اور جنازہ آہستہ آہستہ قبرستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دونوں جانب پولیس کے سپاہی صف بستہ کھڑے تھے۔

"راجر" فرانس کے نئے صدر بلینک نے کہا۔ "آخر مارک نے خودکشی کیوں کی؟ مجھے تو اس وقت سب سے زیادہ اسی کی ضرورت تھی۔"

وزیر داخلہ راجر نے آہستہ سے کہا "اسے معلوم تھا کہ تحقیقات میں ہر بات سامنے آجائے گی۔ اسکے ضمیر پر احساس جرم کا بوجھ تھا۔"

"مگر کیوں۔۔؟" بلینک نے کہا۔ "اس نے اپنے لئے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ یہ سب تو اس نے فرانس کے لئے کیا تھا۔ پھر جنگ میں اور محبت میں تو سب جائز ہے۔ اس نے فرانس سے محبت کی تھی اور اس نے یہ جنگ ایک درندے کے خلاف لڑی تھی۔"

"ہاں۔" راجر نے کہا۔ "مگر کچھ لوگ درندوں سے بھی درندہ بن کر نہیں لڑتے۔ انہیں اپنے انسان ہونے پر زیادہ فخر ہوتا ہے۔ مارک کے غرور کا آئینہ ٹوٹ گیا تھا اور وہ فرانس کی سرزمین پر غلاموں کی طرح نہیں جینا چاہتا تھا۔ وہ ٹائیگر نہیں آدمی تھا۔ سو فیصد فرانسیسی جسکی زندگی بھی فرانس کیلئے تھی اور موت بھی۔"